جاگیرداری نظام کا تعارف اور اسلام سے موازنہ

Introduction to the feudalism and it's comparison with Islam

ارشد عزیز[1]

Abstract:

Feudalism is a social system that developed in Europe in 8th century; vassals were protected by lords who they had to serve in war.There were three classes of Feudalism.The church who was praying,the princes who were fighting and the people who were working.In feudalism there were three kinds of farmers :bordars,cotters,villeins.Agricultural slavery is highlights of this system.In this system farmers treated as slaves by feudal lord.The ownership of land was the base of power.The church had no God'slaw.The church was supporting Feudalism.The farmer was target of Feudalism and church.The farmer was obliged to give valuable gifts.

The causes of decline of Fuedalism were crusades, dominance of moneylenders, hostile attitude of the kings and development of transportation resources.It was a simple system.This system was composed on cruelity, dictatorship; class system and economic backwardness.These are also the demerits of this system.

Islam is opposite to Fuedalism.According to Islam owner of land is Allah.Man is using this land as a trust.There is not present any concept of agricultural slavery in Islam.The relation of fuedal lord and farmer is the relation of agreement and assistant.Mutual agreement and farmings are legitimate cases of matter in Islam.Islam establishes justice and ends cruelity in this matter.

Unfortunately Fuedalism has finished in Europe but this system exists in some Islamic countries of modern era.Fuedal lords are behaving with farmers like slaves.They can torture them.They can leave the dogs on their families.They can spoil their honour.This way of farming is not Islamic.Islamic farming is not present in any country of the world.The second misconception is supposition of " Iqta"as a feudalism. Islamic farming may be continue on the basis of Iqta, mutual cooperation and cultivation.

So this article will help us to understand Fuedalism, its merits and demerits. This article will present the Islamic system of farming.In modern age we can establish the Islamic system of

farming in Islamic countries.We can make awareness for the peoples of Islamic countries.We can save Muslims from agricultural slavery and cruelities of feudal lord.

Key Words: Social system, Political science

1۔جاگیرداری نظام کا تعارف:(Introduction toFeudalism)

انسائیکلوپیڈیا آف بریٹانیکا کا مقالہ نگار "فیوڈل ازم" کے تحت لکھتا ہے:

فیوڈل ازم کو فیوڈل سسٹم (جاگیرادری نظام) یا فیوڈیلیٹی بھی کہا جاتا ہے۔ جو فرانسیسی میں فیوڈالائٹ ہے، تاریخ نویسی قرون وسطی کے ابتدائی زمانے پانچویں اور بارہویں صدی کے درمیانی وقت کے طویل تسلسل میں مغربی یورپ کے سماجی، معاشی اور سیاسی حالات کی نامزدگی کو جوڑتی ہے۔ فیوڈل ازم اور متعلقہ اصطلاح فیوڈل سسٹم یہ لیبل یعنی نشان ہیں جو اس زمانہ کے طویل عرصہ بعد ایجاد ہوئے جس میں یہ لاگو تھے۔ جنہوں نے انہیں ایجاد کیا تھا وہی حوالہ دیتے ہیں کہ انہوں نے اسے قرون وسطی کے ابتدائی اور درمیانی ادوار کی سب سے اہم اور مخصوص خصوصیات کے طور پر سمجھا تھا۔ فیوڈالائٹ اور فیوڈل سسٹم کا اظہار سترہویں صدی کے آغاز میں تیار کئے گئے اور انگریزی لفظ فیوڈیلیٹی اور فیوڈل ازم (اس کے ساتھ ساتھ جاگیری اہرام) اٹھارہویں صدی کے اختتام پر استعمال میں تھے۔ یہ لاطینی لفظ "Feudum"(چور)اور "Feodalitas"(ایسی خدمات جو چور سے متعلق تھیں) سے ماخوذ ہیں۔ یہ دونوں اصطلاحات قرون وسطی کے دوران استعمال ہوئیں اور بعد میں جائیداد رکھنے والوں کی ایک قسم کے لئے استعمال ہونے لگی۔[2]

مریم ویبسٹر ڈکشنری میں جاگیرداری کی تعریف میں لکھا ہے:

1. یہ سیاسی تنظیم کا نظام ہے جو یورپ میں نویں سے تقریبا پندرھویں صدی تک غالب رہا۔ جو برطانوی نواب کے منصبدار (زمین کا قابض جو بدلے میں اپنے مالک کو عسکری مدد فراہم کرے/وفادار خادم کی ساری زمین کے ساتھ جو فیس اور اہم خصوصیات خراج عقیدت ،مزارعین کی خدمت زیر بازو اور عدالت میں، جنگی جہاز اور ضبط شدہ چیزوں کی بنیادوں پر قائم ہونے والے رشتے سے منعقد ہو۔
2. مختلف سیاسی یا سماجی نظاموں میں سے کوئی ایک جو قرون وسطی کے جاگیرداری نظام کی طرح ہو۔[3]

مریم ویسٹرز کی ہی لرنز ڈکشنری میں جاگیرادری کو مفہوم اس طرح لکھا ہے:

ایک سماجی نظام جو یورپ میں قرون وسطی کے زمانے میں موجود رہا۔ جس میں لوگوں نے نوابوں یا رؤسا کے لئے کام کیا اور لڑائی لڑی جنہوں نے انہیں بدلے میں تحفظ اور زمین کو استعمال کرنے دیا۔[4]

قرون وسطی یورپی تاریخ میں وہ زمانہ ہے جو پانچویں صدی کا من ایرا (سال کی یہ اصطلاح یہودیوں نے سن عیسوی کے مقابلے میں اختیار کی) میں رومی تہذیب کے خاتمے سے نشاۃ ثانیہ کے زمانے تک ہے۔[5]

A New Dictionary of British History میں" فیوڈل ازم" کے آغاز سے متعلق لکھا ہے:

"جاگیرداری نے قرون وسطی کے یورپ میں کئی شکلیں اختیار کی ہیں۔ انگریزی جاگیرداری اپنی مرکزیت اور صحتمندی کے حوالے سے مخصوص تھی۔ نارمن (قبیلہ) کی فتح سے پہلے ایک آدمی کا دوسرے پر انحصار اور ایڈورڈ (بادشاہ، اس کی حکومت ۱۲۷۲ سے ۱۳۹۷ تک رہی) میں (موت کے وقت) ایک مرکزی خیال کی تحریک کے اعتراف کے وقت مزارعین پر عسکری یا عسکریت سے مشابہ فرائض کی علامات موجود ہیں۔ کچھ سکالرز انہیں جاگیرداری کا آغاز قرار دیتے ہیں۔ لیکن اکثریت نارمن فتح کو انگریزی جاگیرداری کا آغاز قرار دیتے ہیں۔"

اس تفصیل کے بعد فیوڈل ازم کی مزید وضاحت میں لکھا ہے:

"ولیم اول، ایک فاتح کے طور پر منفرد موقع رکھتا تھا، جبکہ وہ ایک نیا معاشرہ قائم کرنے کے لئے اپنے پیروکاروں کو انعام دے رہا تھا۔ یہ معاشرہ اس اصول کی بنیاد پر قائم ہو رہا تھا کہ تمام زمین اس (ولیم اول) سے متعلق ہے۔ اس معاملے میں اس نے نارمن دستور کو منسوخ کر دیا اگرچہ دیگر کئی معاملات میں وہ اس (دستور) کی پیروی بھی کرتا تھا۔ وہ کئی مخصوص خدمات، منصبداری خدمات، فرینکلمائن (فرانسیسی قانون کی اصطلاح ہے، جس کا معنی ہے مفت خیرات: وہ روحانی دور جس کے ذریعہ ایک دینی ادارہ عام طور پر ڈونر کے لئے دعا کرنے کے لئے زمین پر قابض تھا) یا سرجینیٹی (ایک مخصوص جاگیرداری دور حکومت کے ساتھ ایک مخصوص ذاتی قابلیت میں بادشاہ کی خدمت کا فریضہ بھی) کے عوض اپنے سردار مزارعین کو اپنی زمین عطا کرتا تھا۔

سر دار مزارع (زمیندار) زمین حاصل کرنے کے بدلے اپنی خدمت کا ایک حصہ اپنے ماتحت مزارعین سے وصول کرتا۔ پس معاشرہ ایک ہرم (جمع اہرام اس سے مراد مثلث نما عمارت ہے) کی شکل اختیار کر گیا۔ ہر شخص اپنے سے برتر اور بالآخر بادشاہ کے ساتھ بندھا تھا۔ مخصوص خدمات کو نافذ کرنے کے لئے اور اپنے زمینداروں / سرادر مزارعین میں انصاف کرنے کے لئے، بادشاہ نے انہیں مجبور کیا کہ وہ عدالتیں بنائیں اور وہ اپنی باری پر اپنے مزارعین کی عدالتیں لگائیں۔"[6]

غرض رومی سلطنت کے خاتمے سے یورپ مختلف حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ ان مختلف حصوں کا انتظام مقامی رئیس اور جاگیر دار سنبھال رہے تھے یہیں سے نظام جاگیر داری کا آغاز ہوتا ہے۔ قرون وسطی کے ابتدائی زمانے میں یورپ نے جنگیں چھیڑ رکھی تھیں۔ جنگوں کی وجہ سے معیشت تباہ حال تھی۔ حربی فنون میں ترقی کی وجہ سے جنگوں کے اخراجات بڑھ رہے تھے۔ جنگوں کا خرچ برداشت کرنا ان کے لئے مشکل تھا۔ اس مشکل معاشی صورتحال کا مقابلہ کرنے کے لئے جاگیر دارانہ نظام اس فلسفہ کی بنیاد پر قائم کیا گیا کہ حاکم وہ ہے جو زمین کا مالک ہے اور محکوم وہ ہے جو اسے استعمال کر رہا ہے۔ حاکم اور محکوم کا تعلق زمین سے وابستہ ہے۔

2۔ جاگیر داری معاشرے کے طبقات:

جاگیرادار ی نظام کے تحت وجود پانے والا معاشرہ تین طبقات پر مشتمل تھا۔ ایک طبقہ دعا کرنے والا یعنی کلیسا(Church)، دوسرا طبقہ لڑنے والا یعنی امرا(Nobels) اور تیسرا طبقہ کام کرنے والوں یعنی عوام(Serf) کا تھا۔

(ا) کلیسا:(Church)

سب سے بڑا جاگیر دار خود کلیسا تھا، جس کے بارے میں "اکنامک ہسٹری آف یورپ" کا مصنف لکھتا ہے۔

"جب مغرب میں شاہی طاقت زوال پذیر ہوئی، کلیسا کی مادی اور روحانی طاقت میں اضافہ ہوا۔ ۳۱۳ میں عیسائیت کو سرکاری طور پر برداشت کیا گیا۔ بادشاہ اور عام پیروکاروں کی طرف سے بڑی تیزی کے ساتھ زمینوں کے عطیات بڑھنا شروع ہوئے۔ عمارات کی تعمیر کا کام، دینی پیشوائیت کے نظام کی اصلاح اور ایسے فرائض کا تعلیم اور خیرات کے طور پر اخراج نے بادشاہوں، نوابوں اور عوام کے ہاتھوں سے جائیداد اور آمدنی کے بڑے تبادلے کی دعوت دی۔ ویزیگوتھس (ابتدائی جرمنی کے لوگ) نے کلیسا کو چرچ کو سپین میں سب سے بڑا زمین کا مالک بنا دیا۔ فرینکیش بادشاہ اتنے شاہانہ تھے کہ 700 تک شاید فرانس کا ایک تہائی حصہ کلیسا کے ہاتھ

میں تھا۔۔۔ان وسیع جائیدادوں کی بنیاد پر پوپ، بشپ اور ایبٹ نے ایک لارڈ اور لینڈ لارڈ کے طور پر حکومت کی۔"[7]

(۲)سرف: (Serf)

ورڈویب کے مطابق سرف قرون وسطی کا ایک شخص تھا جو زمین کا پابند اور جاگیردار کی ملکیت تھا۔اسے مختلف فرائض کے بدلے ادائیگیاں کرنا پڑتی تھیں۔اکنامک ہسٹری آف یورپ میں لکھا ہے:

Some servile payments were occasional .*Merchet* was the fee paid by a serf on the marriage of his daughter or by widows when they remarried. It was one of the commoniost badges of unfreedom[8]

کچھ غلامانہ ادائیگیاں کبھی کبھار ہوتی تھیں۔مرچٹ ایک فیس تھی جو ایک سرف کو اپنی بیٹی کی شادی پر ادا کرنا پڑتی تھی یا بیواؤں کے ذریعے جب وہ دوسری شادی کرتیں۔یہ عدم آزادی کے بیجوں میں سے ایک تھا۔

اسی طرح سرف کی وفات پر اس کے سامان کا وارث اس کا مالک ہوتا۔خاص کر اس جنگی سامان کا جو وہ بادشاہ سے حاصل کرتا۔

On the death of a serf his lord claim heriot and relief.Like many manorial claims,heriot sprang from an ancient practice.When a man died the fighting equipment which had been supplied him by his chief was returned to its owner.[9]

ایک سرف کی وفات پر اس کا مالک عطیات اور سامان تسکین کی واپسی کا مطالبہ کرتا۔جاگیرداری سے متعلق بہت سے دعووں کی طرح،ہیروٹ ایک قدیم عمل سے پیدا ہوا۔جب ایک آدمی مرتا تو وہ جنگی سازوسامان جو جو اسے اس کے سردار کی طرف سے فراہم کیا گیا ہوتا تھا،اپنے مالک کو واپس کرنا پڑتا۔

سرف کی بیوہ یا بیٹا اگر یہ سامان واپس خریدنا چاہتے تو انہیں ایک سال کا کرایہ ریلیف کے طور پر دینا پڑتا:

The widow or son might be allowed to buy them back, and in addition must pay relief which sometimes amount to one year's rent, in order to take over the deceased serf's holding.[10]

سرف کی حسب ذیل تین اقسام تھیں:

(i)بورڈرز: (BORDARS)

مریم ویبسٹر ڈکشنری میں بورڈر کی تعریف ان الفاظ کے ساتھ بیان کی گئی ہے:

A feudal tenant holding a cottage and usually a few acres of land at the will of his lord and bound to menial service[11]

ایک جاگیر دار (کا) کرایہ دار جس کے پاس ایک جھونپڑی ہے اور عام طور پر کچھ ایکڑ اراضی اور معمولی خدمت کا پابند ہے۔

(ii)کاٹرز:(COTTERS)

مریم ویبسٹر ڈکشنری میں کاٹرز کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے:

A peasant or farm laborer who occupies a cottage and sometimes a small holding of land usually in return for services[12]

ایک کسان یا کھیت کا مزدور جو کسی جھونپڑی میں رہتا ہے اور بعض اُوقات عمومی طور پر خدمات کے بدلے میں اسے زمین کے تھوڑے سے حصے کے مالکانہ حقوق حاصل ہوتے ہیں۔

(iii)ولین:(VILLEINS)

یہ دیگر سرف کی نسبت کچھ زیادہ ترقی یافتہ تھے اور انہیں کچھ معاشی آزادیاں بھی حاصل تھیں۔یہ جاگیر دار کے کچھ زیادہ پابند نہ تھے ان کے فرائض بھی مقرر تھے۔جاگیر داران سے اپنی مرضی کے مطابق ہر کام لینے کا مجاز نہ تھا۔ان میں سے بعض فصلوں کی کٹائی کے وقت بھی عام خدمات سے مستثنیٰ تھے۔مریم ویبسٹر ڈکشنری میں ولینز کی تعریف میں لکھا ہے:

1: **A** freecommon Villager orVillage peasant of any of the feudal classes lower in rank than the thane.
2: A free peasant of a feudal class higher in rank than a cotter.
3: An unfree peasant standing as the slave of a feudal lord but free in legal relations with respect to all others.[13]

1. ایک آزاد عام دیہاتی یا جاگیر داری طبقات میں سے کسی ایک کا دیہاتی کسان جو رینک میں تھانہ سے کم تھا۔
2. جاگیر داری طبقے کا ایک آزاد کسان جو کاٹر سے رتبہ میں بلند تھا۔
3. ایک غیر آزاد کسان جو جاگیر دار کا غلام کے طور پر کھڑا رہا لیکن قانونی تعلقات میں دوسروں کے احترام کے ساتھ آزاد تھا۔

اگر ولین کا بیٹا پادریوں میں شامل ہونے کے لئے تربیت حاصل کرتا تو مالک اس کے معاوضہ کا دعوی کرتا تھا:

> If the villien's son was to be trained for entry into clergy, the lord might justly claim compensation for the loss of a worker and future father.[14]

زمین اور جاگیر دار تھوڑی زمین کسانوں کو کاشت کے لیے دیتے تھے اور ان سے جو پیداوار حاصل ہوتی اس کا ایک خاص حصہ جاگیر دار کو اور ایک خاص حصہ کلیسا کو دے کر جو کچھ بچ رہتا وہ کسان کی ملکیت ہوتا تھا۔

3۔ جاگیر داری نظام کا زوال:

یہ نظام زیادہ دیر تک برقرار نہ رہ سکا۔ چند سالوں میں فاتح اور حملہ آور ملک کے شرفا بن گئے۔ وہ جنگ کی نسبت ان کی زمینوں میں زیادہ دلچسپی لیتے تھے۔ اور جنگ کے لئے سواری کرنے میں بہت پرانے ہو گئے۔ جیٹھائی قابل قبول تھی ، زمین بیٹیوں کے درمیان تقسیم ہوتی تھی۔ سردار مزارعین دوسروں کے مزارع بن گئے۔ اور (انتظامی) ڈھانچہ کی پیچیدگی میں مزید اضافہ ہو گیا۔ بڑے مزارعین مزید طاقتور ہو گئے جو بادشاہ کو چیلنج کرنے لگے۔ اس کے نتیجے میں انہوں نے اپنے افسروں اور اپنی عدالتوں کے ذریعہ ، اپنے مزارعین کی طاقت کا جائزہ لے کر اور ان کے اور ان کے مزارعین کے درمیان مداخلت کر کے کامیابی سے اپنے اختیار میں توسیع کی۔ نازک توازن ختم ہو چکا تھا۔

عظیم تبدیلیاں ۱۱۶۶ تک واقع ہو چکی تھیں۔ اور تیرہویں صدی کے آغاز پر جاگیر دار معاشرے کو ان کی ذاتی خدمت کی بجائے معاشی رشتوں کے ذریعہ اکٹھا رکھا گیا۔ نائٹ سروس کی کچھ ذاتی کارکردگی چودھویں صدی تک برقرار رہی۔ عدالتوں میں حاضری نے بڑے مزارعین کے ذریعہ بادشاہوں کے موروثی کونسلرز ہونے کے دعوی میں ہوا بھر دی تھی۔ ایک ایسا دعوی جس کا عکس میگنا کارٹا (انسانی حقوق کی دستاویز)، آکسفورڈ کی فراہمی اور ۱۳۱۱ کے آرڈیننسز اور ابتدائی پارلیمانی تاریخ پر کافی اثر کے ساتھ نظر آتا ہے۔ لیکن عمومی طور پر ولیم اول کا ڈیزائن کردہ معاشرہ پہلے تیزی سے اور پھر زیادہ آہستہ انداز میں زوال پذیر ہو گیا۔ جاگیر داری کا انگلینڈ میں ۱۶۶۱ اور سکاٹ لینڈ میں ۱۹۱۴ میں خاتمہ ہوا۔[15]

4۔ جاگیرداری نظام کی مسلم تفہیم:

سید ابوالاعلی مودودی جاگیرداری نظام کی خصوصیات کے بارے میں بہت تفصیل سے لکھتے ہیں، جس کا اختصار یہ ہے کہ :اس نظام میں اقتدار کی بنیاد زمین کی ملکیت قرار پائی۔مالکان زمین کو بادشاہت، عزت، طاقت، بالادستی اور مستقل حقوق حاصل تھے۔ مزارعین اور تاجر وغیرہ رعایا تھے۔ یہ ایک طبقاتی نظام تھا جس میں ہر شخص اپنے سے بلند مرتبہ کا غلام اور اپنے سے کم مرتبہ کا آقا تھا۔ مسیحی کلیسا کے پاس خدائی قانون اور الہامی ہدایات اپنی اصلی شکل میں موجود نہیں تھے۔اس کے تحت قدیم خیالات عقائد تھے، ہر رسم شریعت تھی اور ان سے انحراف کفر قرار پایا۔ کلیسا اس نظام کے تحت جڑ پکڑنے والے تمام روایتی اداروں، حقوق، امتیازات اور پابندیوں کو مذہبی سند عطا کر رہا تھا۔ مرکزی حکومت کے نہ ہونے کی وجہ سے تجارتی سرگرمیاں ختم ہو گئیں۔ پیشوں پر برادریوں کا اجارہ تھا۔ان مختلف اسباب نے ترقی 'توسیع 'ایجاد 'فنی اصلاح اور اجتماع سرمایہ کا دروازہ تقریبا بند کر رکھا تھا۔[16]

محمد قطب اپنی کتاب میں درج چند اقتباسات کی روشنی میں جاگیرداری نظام کی خصوصیات کو اجمالا یوں بیان کرتے ہیں

۱۔ دائمی زرعی غلامی۔

۲۔ کسان پر فرائض اور ذمہ داریوں کا ناقابل برداشت بوجھ، چنانچہ ہر کسان کا فرض تھا کہ وہ:

(الف) ہفتے میں ایک پورا دن زمیندار کے کھیتوں میں بیگار دے۔

(ب) فصل کی کاشت اور کٹائی جیسے مواقع پر زمیندار کی بلا معاوضہ اور جبری خدمات انجام دے۔

(ج) مذہبی تہواروں اور ایسے ہی دوسرے خوشی کے مواقع پر اپنی غربت و تنگدستی کے باوجود اپنے ہر لحاظ سے خوشحال اور متمول آقا (یعنی زمیندار) کو قیمتی تحائف دے۔

(د) اپنا غلہ صرف زمینداروں کی مشینوں پر پسوائے اور انگوروں کا رس نکالنا ہو تو صرف اسی کی مشینوں پر جا کر نکلوائیں۔

۳۔ زمیندار کے وسیع اور لا محدود اختیارات جن کی رو سے وہ۔۔۔۔۔۔۔

(ا) مختلف کسانوں کو جتنا جتنا رقبہ زمین مناسب سمجھتا تھا اپنی صوابدید سے دے دیتا تھا۔

(ب) ان فرائض اور ذمہ داریوں کا تعین کرتا تھا جو کسانوں کو انجام دینا ہوتی تھیں

(ج) ان ٹیکسوں کا تقرر کرتا تھا جو کسانوں کے لیے اسے ادا کرنا لازمی تھے۔

۴۔ زمینداروں کے وہ لا محدود انتظامی اور عدالتی اختیارات جنہیں وہ کسی ملکی قانون کے مطابق نہیں بلکہ جیسے چاہتا تھا استعمال کرتا تھا اور اس سلسلے میں اس پر کوئی قانونی گرفت نہیں کی جا سکتی تھی۔

۵۔ جاگیرداری نظام کے دور انحطاط میں کسانوں کے لیے یہ لازمی شرط تھی کہ اگر وہ آزادی حاصل کرنا چاہیں تو اس کے لیے پہلے لازما ایک مخصوص رقم زمیندار کو ادا کریں۔[17]

مفتی تقی عثمانی کے نزدیک جاگیرداری نظام کا فلسفہ یہ تھا کہ ہر محکوم کسی حاکم سے اور ہر حاکم بطور محکوم کسی بادشاہ سے جڑا تھا اور بالآخر یہ سب خدا سے جڑے تھے۔ ہر محکوم زمیندار کے ذمہ چند فرائض، خدمات اور ادئیگیاں تھیں۔ فیوڈل لارڈ کی بیٹی کی شادی کے اخراجات، نائٹ سردار بنانے کی تقریب کے اخراجات، فیوڈل لارڈ کا جنگ میں قید سے آزاد کروانے کا فدیہ ادا کرنا رعایا کی ذمہ داری تھی۔ یہ فدیہ مزارعین کی قید کی صورت میں بھی ہو سکتا تھا۔ فیوڈل لارڈ کے شکار کھیلنے کے انتظامات کرنا کاشتکاروں کی ذمہ داری تھی۔ ماتحت کاشتکار اگر فیوڈل لارڈ کے احکام کی خلاف ورزی کرے گا تو اس کی زمین ضبط کرلی جائے گی۔ جاگیرداروں نے من مانے قوانین نافذ کر دیئے۔ عسکری ضرورت کی وجہ سے بادشاہ ان کے مطالبات تسلیم کرنے پر مجبور تھے۔ لیکن جب بادشاہ اور جاگیردار کے مفادات ٹکرائے تو پھر تصادم ہوا جس کے واقعات کی تفصیل بہت طویل ہے۔[18]

شاعر مشرق علامہ محمد اقبالؒ نے جاگیرداری اور زمینداری نظام کی مخالفت کی ہے کیونکہ اس میں فرد کا استحصال ہوتا ہے۔ کاشتکار زمین کو اس وقت تک بطور امانت رکھ سکتا ہے جب تک وہ کاشت کرتا ہے یا بغیر استحصال کے کاشت کراتا ہے۔ کسی بھی قوم کے معاشی استحکام کا دوسرا ذریعہ زراعت ہے۔ ان کی نظم الارض للہ کی رو سے زمین اللہ کی ملکیت ہے۔ کسی حکومت یا فرد کی ملکیت نہیں ہے۔ مسلمان کے پاس یہ زمین ایک امانت ہے۔

دہ خدایا! یہ زمیں تیری نہیں تیری نہیں
تیرے آبا کی نہیں تیری نہیں میری نہیں[19]

کسان جو کچھ پیدا کر رہا ہے اس کا ملک کسان ہے۔ کسان کے سوا اس پیداوار کا کوئی اور حقدار نہیں۔ وہ دہقان کو اپنی حقیقت سے آگاہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

آشنا اپنی حقیقت سے ہو اے دہقاں ذرا ------ دانہ تو، کھیتی بھی تو باراں بھی تو حاصل بھی تو
آہ! کس کی جستجو آوارہ رکھتی ہے تجھے -------- راہ تو، رہرو بھی تو، رہبر بھی تو منزل بھی تو[20]

ڈاکٹر علامہ محمد اقبال اپنی نظم "گلہ" میں دہقان کی حالت زار بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

دہقان ہے کسی قبر کا اگلا ہوا مردہ ------- بوسیدہ کفن جس کا ابھی زیر زمیں ہے
جان بھی گرو غیر بدن بھی گرو غیر ----- افسوس کہ باقی نہ مکاں ہے نہ مکیں ہے[21]

اسی طرح ڈاکٹر علامہ محمد اقبال نے اپنی نظم "فرمان خدا (فرشتوں سے)" میں غربا کو بیدار کرنے کے علاوہ دہقانوں کے حقوق کی بات کی ہے۔ اگر دہقان زمین کی پیداوار سے محروم ہے تو اقبال کے نزدیک پھر کوئی بھی اس پیداوار کا حقدار نہیں ہے:

جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہ ہو روزی اس کھیت کے ہر خوشہ گندم کو جلا دو[22]

5۔جاگیرداری نظام کے زوال کے اسباب:

تیرھویں اور چودھویں صدی میں یورپ کے حالات تبدیل ہونا شروع ہوئے۔حالات کی اس تبدیلی نے بالآخر جاگیرداری نظام کا خاتمہ کر دیا۔اس کے زوال کے اسباب درج ذیل تھے:

(ا)صلیبی جنگیں:

جاگیرداری نظام کے زوال کی ایک اہم وجہ صلیبی جنگیں تھیں۔اس سلسلہ میں سید ابوالاعلی مودودی لکھتے ہیں:

> ''ایک طرف ہسپانیہ اور صقیلہ پر مسلمانوں کے قبضے نے اور دوسری طرف صلیبی لڑائیوں نے اہل مغرب کو دنیا کی ان قوموں سے دوچار کیا جو اس وقت تہذیب و تمدن کی علمبردار تھیں۔اگرچہ تعصب کے اس پردے نے جو کلیسا کے اثر سے اہل مغرب کی آنکھوں پر پڑا ہوا تھا ان لوگوں کو براہ راست اسلام کی طرف متوجہ نہ ہونے دیا لیکن مسلمانوں سے جو سابقہ ان کو پیش آیا اس کا یہ فائدہ ضرور ہوا کہ خیالات، معلومات اور ترقیافتہ طریقوں کی ایک وسیع دولت ان کے ہاتھ آئی اور وہی آخر کار ایک نئے دور کے آغاز کا موجب ہوئی''[23]

ڈاکٹر منور حسین چیمہ لکھتے ہیں:

> ''ان تبدیلیوں کا خاص سبب صلیبی جنگیں تھیں جو اسلام اور عیسائیت کے درمیان لڑی جارہی تھیں۔صلیبی جنگوں (۱۰۹۶۔۱۲۷۰)کے درمیان مشرقی بحیرۂ روم سے مسلمانوں کا تسلط ختم ہو گیا اور اس کے بڑے بڑے جزائر، صقیلہ، قبرص اور ہوڈس پر اہل یورپ کا قبضہ ہو گیا۔ان جنگوں کے باعث یورپ کی جہاز رانی اور تجارت کو بڑی ترقی ہوئی اور تاجروں کا ایک بڑا طبقہ وجود میں آگیا جس کا کام یہ تھا کہ وہ ان زائرین اور افواج کے لیے ضروری اشیاء فراہم کرے جو ارض مقدس میں قیام پذیر تھیں۔''[24]

صلیبی جنگوں نے معاشی زندگی کو بری حد تک متاثر کیا یعنی اکثر صورتوں میں یہ ہوا کہ جاگیرداروں کی جائیدادیں اور املاک ان کے ہاتھوں سے نکل کر اہل حرفہ کے ہاتھوں میں چلی گئی۔

(۲) ساہوکاروں کا تسلط:

جاگیرداری نظام کے زوال کا دوسرا بڑا سبب ساہوکاروں کا تسلط تھا۔ڈاکٹر منور حسین چیمہ صاحب لکھتے ہیں:

اسی طرح زائرین اور فوجیوں کی مالی ضروریات کی تکمیل کے لیے رفتہ رفتہ ساہوکاروں اور بینکروں کا ایک طبقہ وجود میں آیا جو صلیبی جنگوں میں شرکت کرنے والے فوجی سرداروں اور جاگیرداروں کو مالی امداد بطور قرض دیتا تھا۔اس امداد کے معاوضہ میں اکثر شہروں نے جاگیرداروں سے آزادی حاصل کرلی اس طرح شہروں کی بہت بڑی تعداد جاگیرداروں کے تسلط سے آزاد ہو کر ساہوکاروں کے قبضہ میں چلی گئی۔ تجارت کے فروغ اور سرمایہ داروں کے اس نئے طبقہ نے رفتہ رفتہ جاگیرداروں کی قوت کو مضمحل کر دیا۔[25]

(۳) بادشاہوں کا معاندانہ رویہ:

بادشاہ جاگیرداروں کی روز بڑھتی ہوئی قوت سے خوف زدہ تھے اور ان سے حسد کرتے تھے۔اس لیے وہ نچلے طبقوں کو ان کے خلاف اکسا اکسا کر جاگیرداروں کا اقتدار کم کرنے میں ان کی حوصلہ افزائی کرتے تھے۔

(۴) وسائل آمدورفت کی ترقی:

وسائل آمدورفت کی ترقی کے باعث ہر ملک کے لوگوں کا ربط آپس میں بڑھنے لگا جس نے کسانوں میں جاگیرداروں کی حمایت کا احساس ختم کر کے ان میں قومی وفاداری کا جذبہ پیدا کیا۔ صلیبی جنگوں نے بھی اس قومی جذبہ کو پیدا کرنے میں بہت مدد دی۔[26]

(۵) بادشاہوں اور جاگیرداروں کی کشمکش:

یورپ کے عوام جاگیرداروں کی چیرہ دستیوں اور ان کے مالی مطالبات سے تنگ آچکے تھے۔ادھر بادشاہ بھی جاگیرداروں کی خودسری سے پریشان تھے اور انہیں مکمل طور پر اپنا محکوم بنانا چاہتے تھے۔اس طرح اب یورپ کے ہر ملک میں بادشاہوں اور جاگیرداروں کے درمیان کشمکش کا آغاز ہوا۔ غرض نظام جاگیرداری کی تباہی کا باعث خود اسی کے ارکان اعظم یعنی بادشاہ اور جاگیردار بنتے ہیں اور ان دونوں کی باہمی رقابت اور ان کے باہمی اختلافات اس درجہ بڑھ جاتے ہیں کہ دونوں حرفتی جتھوں کی حوصلہ افزائی کر کے اور صنعتی شہروں اور قصبوں کو اپنی سرپرستی میں لے کر اپنی طاقتوں کو بڑھانا شروع کرتے ہیں اور اس طرح بالواسطہ جاگیری نظام کے توڑنے کا موجب بنتے ہیں اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس نظام کی شکستہ بنیادوں پر ایک نئے نظام کی عمارت تیار ہونے لگتی ہے۔

(۶)مرکزی حکومتوں کا قیام:

عوام نے جاگیر داروں سے نجات حاصل کرنے کے لیے بادشاہوں کی تائید کی اور رفتہ رفتہ یورپ کے اکثر ممالک خصوصاً انگلستان اور فرانس میں مضبوط مرکزی حکومتیں قائم ہو گئیں جنہوں نے جاگیر داروں کی سرکشی کا خاتمہ کر دیا۔ سرمایہ داروں، ساہوکاروں اور تاجروں کے نئے طبقہ نے بادشاہوں کی بڑھتی ہوئی طاقت کو خوش آمدید کہا۔ کیونکہ ملک میں ایک طاقتور مرکزی حکومت کا قیام اور امن وامان کی بحالی، ان کی تجارتی اور صنعتی ترقی کے لیے ضروری تھی۔ بادشاہوں نے بھی تجارت اور صنعت و حرفت کو فروغ دینے کی غرض سے ان طبقات کی سرپرستی شروع کر دی اور جہاز رانی کو ترقی دینے کی بطور خاص کوشش کی تاکہ بیرونی ممالک سے خام مال منگوانے میں سہولت ہو اور ملکی مصنوعات باہر روانہ کی جا سکیں۔[27]

(۷)اندلس میں مسلمانوں کا زوال:

۱۴۹۲ء میں یورپ کے بہترین ملک اندلس میں ایک بڑا انقلاب رونما ہوا۔ مسلمانوں کی جو عظیم الشان حکومت وہاں آٹھ سو سال سے قائم تھی عیسائی بادشاہ فرڈی تنڈ اور ملکہ ازبیلا کی مجموعی طاقت نے مل کر اس کا خاتمہ کر دیا۔ اس طرح یہاں بھی ایک مضبوط بادشاہت قائم ہو گئی۔

(۸)سیکولرازم کی ابتدا:

جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ کلیسا سب سے بڑا جاگیر دار تھا اور جاگیر داری نظام کو مدد فراہم کر رہا تھا۔ مارٹن لوتھر ایک پادری تھا جو ۱۵۱۰ء میں روم گیا۔ اس نے رومی کلیسا کو دیکھا کہ وہ معافی نامے فروخت کر رہا ہے۔ اس دولت کی پوجا اور دنیاداری کو دیکھ کر وہ حیران ہو گیا اور اس نے رومن کیتھولک کے خلاف کھلم کھلا بغاوت کا اعلان کر کے پروٹسٹنٹ فرقے کی بنیاد رکھی۔ ۳۱ اکتوبر ۱۵۱۷ء میں اس نے کلیسا کے دروازے پر اپنا ایک مضمون چسپاں کیا جو پچانوے نقاط پر مشتمل تھا۔ اس نے اس مضمون کی خوب اشاعت کی۔ جلد ہی اس نے عمومی کلیسائی تنظیموں اور پوپ کے اختیارات کو رد کر دیا۔ لوتھر ایک زرخیز ذہن کا مصنف تھا۔ اس نے سب سے پہلے انجیل کا جرمن زبان میں ترجمہ کیا اور یہ دعوی کیا کہ مذہب کو سمجھنے کے لئے پادریوں کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس کی رہنمائی کے لئے انجیل مبارک اور سادہ عقل کافی ہے۔ ۱۵۲۱ء میں کلیسا کی انجمن نے اسے بدعتی قرار دیا اور اس کی تحریروں پر سخت پابندی عائد کر دی۔[28]

معیشت اور معاشرت اور سیاست کے میدان میں جاگیر داروں کے اقتدار کو چیلنج کیا گیا اور ان سارے امتیازات کے خلاف آواز اٹھائی گئی جو نظام جاگیر داری کے تحت قائم تھے۔ آہستہ آہستہ یہ جنگ پرانے نظام کی پسپائی اور ان نوخیز طاقتوں کی پیش قدمی پر منتج ہوتی چلی گئی اور سولہویں صدی تک پہنچتے پہنچتے نوبت یہاں تک پہنچی کہ یورپ کے مختلف ملکوں میں چھوٹی چھوٹی جاگیرداریاں ٹوٹ ٹوٹ کر بڑی بڑی قومی ریاستوں میں جذب ہونے لگیں۔ یورپ کے روحانی تسلط کا طلسم ٹوٹ گیا۔ نئی قومی ریاستوں کے غیر مذہبی حکمرانوں نے کلیسا کی املاک ضبط کرنے شروع کر دیں۔[29]

6۔ جاگیردارانہ نظام کی خوبیاں:

یہ نظام کم خوبیوں کا مالک تھا۔ ڈاکٹر کیلس انگرام جاگیرداری نظام کی خوبیوں پر مجموعی تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> فلسفہ تاریخ کے اکثر علما کا قول ہے "جاگیرداری نظام" قیام امن وامان اور حفاظت عامہ کے لئے ناگزیر تھا اور اس کی بدولت عام تہذیب میں اہم عناصر کا اضافہ ہو نیز ہم اس نظام کو اس زمانے کے لیے موزوں اور نفع رساں بھی تسلیم کرسکتے ہیں، لیکن اس کے باوجود ہم اس بات کو مان لینے کے لیے تیار نہیں ہیں کہ اس نظام میں وہ تمام خوبیاں بھی موجود تھیں جو اس کی اصلی نوعیت اور اس کی تاریخی خدمت سے بہت بعد رکھتی ہیں۔[30]

(۱) سادہ نظام:

جاگیرداری نظام میں آئین سازی اور قانون سازی کا کوئی ادارہ موجود نہیں بلکہ یہ عادات وروایات پر مبنی ایک نظام ہے۔ اسی لیے برطانوی آئین ابھی تک لکھا ہوا نہیں ہے۔ نیز یہ ایک پیچیدہ اور الجھا ہوا نظام نہیں ہے۔

(۲) انتظامی اخراجات میں کمی:

تمام انتظامات جاگیردار کے تحت ہوتے تھے اور وہی ان کو سنبھالتا اور نبھاتا تھا۔ صحت، عدالت، پولیس، فوج یا اس طرح کے دیگر اداروں اور ان کے عہدیداروں کی ضرورت پیش نہیں آتی، اس لیے انتظامات پر اخراجات بالکل نہیں آتے۔

(۳) قانون کا براہ راست نفاذ:

موجودہ عدالتی نظاموں میں مختلف مقدمات کے فیصلوں میں خاصی تاخیر ہو جاتی ہے اور بعض مقدمات تو کئی سالوں تک چلنے کے باوجود ان کا فیصلہ نہیں ہو پاتا۔ مگر جاگیرداری نظام میں چونکہ جاگیردار نے ہی فیصلہ کرنا ہوتا تھا، اس لیے مقدمات کے فیصلے مختصر مدت میں اور جلدی ہو جاتے تھے۔

(۴) رائے عامہ سے آگاہی:

جاگیردار جاگیر کا مالک تو ہوتا ہے لیکن اس کا انتظام عوام کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور جاگیردار عوام سے رابطہ رکھتا ہے، اس لیے اسے عوامی رائے سے واقفیت حاصل ہوتی رہتی ہے اور وہ اپنے طرز عمل میں تبدیلی لا سکتا ہے۔

(۵) مقامی ضروریات کی تکمیل:

جاگیردار چونکہ اپنے علاقے کا خود منتظم ہوتا تھا۔ رائے عامہ سے آگاہی کی بنیاد پر وہ مقامی ضروریات کو جانتا اور ان کی تکمیل کرتا تھا۔

(٦)ہمدردانہ رویہ کی جھلک:

کلیسائی زمینوں پر زرعی غلاموں کے ساتھ نہایت عمدہ اور ہمدردانہ سلوک کیا جاتا تھا اور شمالی فتوح کے بعد تو یہ حالت ہوئی کہ پادریوں کی جماعت نہ صرف اپنے مذہبی منصب کے اعتبار سے بلکہ اس زمانے کے لحاظ سے پنچ اور مظلوم طبقوں کے محافظ اور سرپرست قرار پا گئی۔[31]

7۔جاگیرداری نظام کی خامیاں

(ا)جاگیردار کے لامحدود اختیارات:

یہ نظام دراصل جبر واستبداد پر مبنی تھا جس میں جاگیردار کو لامحدود اختیارات حاصل تھے کہ وہ جو کچھ کرے اسے آزادی ہے اس لیے اگر کوئی جاگیردار کے خلاف کچھ کہتا یا کلیسا کے خلاف زبان کھولتا تو اسے دبا دیا جاتا۔ زمین غصب کر لیتے۔ کاشتکاروں کو ان کے حق سے محروم کر دیتے۔

(۲)آمریت:

ڈاکٹر کیلس انگرام کے نزدیک آمریت جاگیرداری نظام کی سب سے بڑی خامی ہے۔اس لئے کہ تمام اختیارات جاگیردار کے ہاتھ میں ہوتے اسے کوئی پوچھنے والا نہ ہوتا۔ لوگ اس کے فیصلے کو ماننے کے پابند ہوتے۔ جاگیردار کی بات مذہبی نقطہ نظر سے دینی حکم کا درجہ رکھتی تھی۔

(۳)معاشی پسماندگی:

ڈاکٹر کیلس انگرام جاگیرداری نظام کی معاشی پسماندگی کے بارے میں لکھتے ہیں:

> جاگیریت کے کامل تسلط و عروج کے زمانے میں صنعت و تجارت کی ترقی کی کوشش ناممکن تھی۔۔۔۔اس نظام میں جس جماعت کو غلبہ حاصل تھا وہ صنعت سے مطلقاً کوئی دلچسپی نہ رکھتی تھی۔ یہ جماعت دستکاروں اور ان کے پیشوں کو حقارت سے دیکھتی تھی سوائے ان پیشوں کے جو جنگ سے اور جاگیرداروں کے تفریحی مشاغل سے متعلق تھے۔ گویا افراد و قوم کی معاشی زندگی کا مدار بیشتر جائیداد غیر منقولہ کی ملکیت اور زراعت پر تھا۔ جاگیردار کی آمدنی کا ذریعہ اس کے کھیتوں کی پیداوار اور لگان تھا اور یہ آمدنی نہ صرف جاگیردار کی ضرورتیں پوری کرتی تھی بلکہ اس کے خدام کی خدمت کے معاوضے میں اور اس کے متوسلین کی پرورش میں صرف ہوتی تھی۔ گویا اس طرح نہ تو صنعت و حرفت میں حصہ لینے ہی کی ضرورت تھی اور نہ ان کی کوئی گنجائش ہی باقی رہی اور تجارت میں تو اتنا موقع بھی نہ

تھا۔ جاگیر دار اپنے اپنے کھیتوں پر صرف اتنی کاشت کرتے تھے جس سے ان کے خاندانوں کی یا زیادہ سے زیادہ ان کے گردو پیش کی ضرورتیں پوری ہو جاتی تھیں۔ اس لیے زرعی پیداوار کے بازار کے وسیع ہونے کی نوبت بہت کم آتی تھی۔ مختصر یہ کہ اس دور کی معیشت نہایت ہی سادہ اور خارجی محرکات کی عدم موجودگی کی وجہ سے غیر ترقی پذیر رہی۔[32]

سید ابوالاعلی مودودی جاگیر داری نظام کی اسی خامی کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''چونکہ کوئی ایسا مرکزی اقتدار اور انتظام موجود نہ تھا جو بڑی بڑی شاہراہوں کو تعمیر کرتا اور انہیں درست حالت میں رکھتا اور ان پر امن قائم کرتا۔ اس لیے دور دراز کے سفر اور بڑے پیمانے پر تجارت اور کثیر مقدار میں اشیاء ضرورت کی تیاری اور کھپت غرض اس قسم کی ساری سرگرمیاں بند ہو گئیں۔''[33]

(۴) ترقی کے امکانات کا خاتمہ :

مال فوری اور مقامی ضروریات کے لیے تیار ہوتا تھا۔ مال آس پاس کے علاقوں میں ہی کھپ جاتا۔ ان مختلف اسباب ترقی، توسیع ایجاد، فنی اصلاح اور اجتماع سرمایہ کا دروازہ تقریبا بند تھا۔ چونکہ جاگیرداری نظام میں مادی وسائل اور افرادی قوتوں اور صلاحیتوں کے استعمال کا کوئی نظام نہ تھا، اس لئے ترقی کے اقدامات کا خاتمہ یقینی تھا۔ انہیں زندگی کے ہر میدان میں پسماندگی کا سامنا کرنا پڑا۔

(۵) طبقاتی نظام:

رومی سلطنت کا شیرازہ جب منتشر ہوا تو تمام یورپ میں جاگیرداری نظام قائم ہوا اور جاگیر داروں کو مختلف طبقات میں تقسیم کیا گیا، جو پیداوار زمین میں حسب مراتب حصہ دار تھے اور ہر بڑا جاگیر دار چھوٹے جاگیر داروں سے مقرر حصہ وصول کرتا تھا اور غلاموں اور مزدوروں سے کام لیا جاتا تھا۔ اس نظام میں جاگیر دار کمزور طبقے پر بے حد ظلم کیا کرتے تھے، جس کے ازالے کی کوئی صورت نہ تھی کیونکہ اقتدار جاگیر داروں کے ہاتھ میں تھا، جن کا مفاد مشترکہ تھا۔[34]

(۶) مذہب کی غلط تفہیم:

کلیسا کی مداخلت نے لوگوں کو مذہب سے متنفر کر دیا۔ مولانا گوہر رحمٰن لکھتے ہیں:

کچھ مدت کے بعد دنیا پرستی اور شہوات کی بیماریاں ان راہبوں کی کلیساؤں کے اندر داخل ہو گئیں۔ فقیری اور درویشی کے یہ آشیانے دربار شاہی اور زہد و تقوی کے یہ خلوت خانے قحبہ خانے کی شکل اختیار کر گئے۔ ان اہل کلیسا کے سامنے امراء اور دولت مندوں کی عیش و عشرت بھی شرماتی تھی۔ پانچویں صدی میں روم کا بشپ بادشاہوں کی

طرح اپنے محل میں رہتا تھا۔ پاپائے انوسینٹ ہشتم نے عیش پرستی کی وجہ سے پاپائیت کا تاج رہن رکھا اور پاپائے لودہم نے تین پاپاؤں کی آمدنی اڑا ڈالی۔ کہا جاتا ہے کہ مملکت فرانس کیساری آمدنی بھی ان پاپاؤں کے اخراجات کے لیے ناکافی تھی۔ خانقاہیں بد اخلاقی کے اڈے بن گئے تھے۔ ان کی چار دیواریوں کے اندر نوزائیدہ بچوں کا قتل عام ہو رہا تھا۔ پادریوں اور چرچ کے مذہبی کارکنوں میں محرم عورتوں تک سے ناجائز تعلقات اور خلاف وضع فطری جرائم تک پھیل گئے تھے۔ کلیساؤں میں اعتراف گناہ کیرسم بد کرداری کا ذریعہ بن کر رہ گئی تھی۔ مذہبی کتابوں کا ترجمہ دوسری زبانوں میں ممنوع تھا تاکہ عوام جاہل رہ کر ان کی ہر بات مانتے رہیں۔ لوتھر کی تحریک اصلاح کے بعد کہیں جا کر بائیبل کا ترجمہ دوسری زبانوں میں ہوا۔[35]

جان ڈیون پورٹ نے اپنی کتاب ''اپالوجی آف محمد اینڈ قرآن'' میں مذہبی عدالت کے احکام سے ہلاکت نفوس کی تعداد ایک کروڑ بیس لاکھ بتائی ہے۔ (یہ خونریزی خود) عیسائیوں کے ہاتھوں سے عیسائیوں کی ہوئی تھی۔[36]

احبار ورہبان کی اسی دنیا پرستی' نفس پرستی اور بربریت کی جانب اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالی فرماتے ہیں:

یٰاَیّھاالذین اٰمنوٓااِنَّ کثیراًمن الاحبار والرّھبان لیاکلوناموٰل النَّاس بالبٰطلِ ویَصُدُّون عن سبیل اللہ[37] مومنو! یہودیوں اور عیسائیوں کے علماء اور مشائخ میں ایک بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو لوگوں کا مال ناحق اور ناروا کھاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے انہیں روکتے ہیں۔

مولانا گوہر رحمان لکھتے ہیں:

چنانچہ لوگ پاپائیت کے اس احمقانہ اور ظالمانہ نظام کو مذہب سمجھنے لگے اور یورپ کی نفرت کے ساتھ خود مذہب کے خلاف بھی نفرت کے جراثیم پیدا ہونے لگے۔ اس نفرت کو آگے چل کر ڈارون' مارکس اور فرائیڈ جیسے لوگوں نے مزید آگے بڑھایا جس کی وجہ سے آج یورپ مادیت اور لادینیت کے سیلاب میں تباہ ہو کر رہ گیا ہے۔[38]

یہ تھا یورپ میں قرون وسطی کا جاگیردارانہ نظام! اس نظام کی خرابیاں واضح تھیں کہ یہ جاگیردار ایک طرف تو اپنے نچلے لوگوں کے ساتھ غلاموں جیسا سلوک کرتے تھے، اور انہیں ہر طرح دبا کر رکھتے تھے اور دوسری طرف بادشاہ کے ساتھ ان کا جو تعلق تھا وہ آخر میں خودسری پر منتج ہوا اور ملک کی سیاست پر یہ لوگ اس طرح قابض ہو گئے کہ ان کی مرضی

کے خلاف کوئی کام ہو ہی نہیں پاتا۔ یہ سسٹم تھا جس کو جاگیر دارانہ نظام کہا جاتا ہے جو سالہا سال جاری رہا اور اس کے مفاسد سے پورا یورپ بلکتا رہا۔[39]

8۔اسلام اور نظام جاگیر داری:

(1)زمین کی ملکیت کی بنیاد پر اقتدار:

جاگیر داری نظام میں زمین کی ملکیت کی بنیاد پر اقتدار حاصل ہوتا ہے ۔اصل طاقت جاگیر دار کو حاصل ہوتی ہے۔افسوس کے ساتھ لکھنا پڑ رہا ہے کہ ہندوستان کی مغلیہ سلطنت اور ترکی کی خلافت عثمانیہ کے بعض ادوار میں بھی اس جاگیر داری نظام کی جھلک نظر آتی ہے۔آج پاکستان جیسی اسلامی ریاست میں بھی اسی طرح کا جاگیر داری نظام موجود ہے ۔جاگیر دار طاقت کے نشے میں چور ہے۔وہ اپنے مزارعین کے ساتھ جو سلوک کرنا چاہے کر سکتا ہے۔وہ ان کی عزتیں پامال کر سکتا ہے ان کی بیٹیوں کو رکھیل بنا کر رکھ سکتا ہے۔ان پر کتے چھوڑ سکتا ہے۔مزارعین کے ساتھ اس کے غنڈے غیر انسانی سلوک کر سکتے ہیں، کیونکہ وہ زمین کا مالک ہے۔

اسلام میں زمین بلکہ ہر چیز کا حقیقی مالک اللہ تعالی ہے۔انسان کی حیثیت اس کے خلیفہ اور نائب کی ہے۔خلافت ارضی اس کے پاس ایک امانت ہے۔وہ اس زمین کا عارضی مالک ہے، قیامت کے دن اسے اس امانت کا حساب دینا ہے ارشاد الٰہی ہے:

اللهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ[40] اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی ہر چیز پر نگہبان ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

أَفَرَأَيْتُمْ مَا تَحْرُثُونَ (63) أَأَنْتُمْ تَزْرَعُونَهُ أَمْ نَحْنُ الزَّارِعُونَ [41] بھلا دیکھو جو کچھ تم بوتے ہو، تو کیا تم اسے اگاتے ہو یا ہم اسے اگاتے ہیں۔

تفسیر قرطبیؒ کے اختصار میں بالی اور دانہ نکالنا انسان کے بس میں نہیں۔ حرث کی نسبت انسان کی طرف کی گئی جبکہ زرع کی نسبت اللہ تعالی کی طرف کی گئی۔ کیونکہ حرث ان کا فعل ہے اور ان کے اختیار پر جاری ہوتا ہے۔ جبکہ زرع اللہ کا فعل ہے۔وہ اپنے اختیار سے اگاتا ہے،ان کے اختیار سے نہیں اگاتا۔آنحضور ﷺ نے حرثتُ کہنے اور زرعتُ کہنے سے منع فرمایا ہے۔ نیز زمین سے عشر اور خراج دینا اللہ کا حق ہے۔

زمینیں دو اقسام پر مبنی ہیں ایک غیر مملوکہ اور دوسری مملوکہ۔اصطلاح فقہا میں غیر مملوکہ کو ارض مباحہ بھی کہا جاتا ہے۔ ممالک جنگ کے ساتھ بھی فتح ہوتے ہیں اور بغیر جنگ کے صلح وامان کے ساتھ بھی فتح حاصل ہوتی ہے۔ غیر مملوکہ میں جنگ و صلح کے ساتھ فتح ہونے کی صورت میں احکام یکساں ہیں جبکہ مملوکہ زمین میں دونوں فتوحات کے احکامات مختلف ہیں۔

ارض مباحہ کا کوئی شخص مالک نہیں اس کی تین اقسام ہیں:

(۱)وہ جو آبادی کے قریب بستی والوں کی عام اور مشترک ضروریات میں کارآمد ہیں۔ جیسے سڑکیں، قبرستان، عیدگاہ وغیرہ۔ بادشاہ سمیت کسی کو ان کے مالکانہ حقوق حاصل نہیں ہوں گے۔ یہ مسلمانوں کی عام اور مشترک ضروریات کے لئے وقف ہوں گی۔ رفاہ عامہ کے لئے حکومت نگرانی کرے گی۔

(۲)ایسی زمینیں جو غیر آباد جنگلات اور پہاڑوں پر مشتمل ہے۔ جو نہ تو آباد ہیں اور نہ زراعت کے قابل ہیں۔ انہیں ارض موات بھی کہا جاتا ہے۔ مسلم حکمران کی اجازت سے جو شخص (خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم) اسے آباد کرے اور قابل نفع بنائے وہی مالک ہے۔

(۳)ایسی زمینیں جو کسی بستی کی ضروریات میں مشغول نہیں لیکن زراعت اور نفع کے قابل ہیں۔ ان کو اراضی بیت المال کہا جاتا ہے۔ اس کی آمدنی و منافع بیت المال میں حق رکھنے والوں پر خرچ ہو گی۔ جاگیر کے شاہی عطیات دینے کا تعلق انہی زمینوں سے وابستہ ہے۔ بیت المال کی زمین کی اقسام درج ذیل ہیں:

(۱)جو فتح سے پہلے کسی کی ملکیت نہیں تھیں۔

(۲)کسی لاوارث مرنے والے کی زمین۔ انہیں اراضی مملکت، اراضی حوز یا اراضی سلطانیہ کہا جاتا ہے۔

(۳)مفتوحہ ملک کی مملوکہ زمینوں میں سے پانچواں حصہ بیت المال کو دیا جائے گا۔

(۴)قہراً فتح ہونے کی صورت میں امیر کو اختیار ہے کہ مخصوص مملوکہ زمینوں کو بیت المال کے لئے وقف کر دے۔ اس پر حضرت عمرؓ کا عمل موجود ہے۔

زمین کی دوسری قسم مملوکہ ہے۔ اگر یہ زمین صلح کے ذریعہ فتح ہوئی اور سب لوگ مسلمان ہو گئے نیز امیر کے مطیع ہو گئے۔ اس صورت میں ہر شخص اپنی منقولہ وغیر منقولہ جائیداد کا بدستور مالک رہے گا۔ لیکن اگر وہ مسلمان اور مطیع نہیں ہوں گے تو اراضی مملوکہ کی شرائط صلح کی پابندی لازمی ہو گی۔ البتہ ان کی زمینوں پر خراج اور جزیہ مقرر کر دیا جائے گا۔ جو ہر سال بیت المال میں جمع ہو گا۔

اگر زمین جنگ کے ذریعہ فتح ہوئی ہے تو امیر المسلمین کو تین طرح کے اختیارات ہیں:

۱۔ منقولہ اموال کو مال غنیمت کی طرح تقسیم کرے اور خمس نکالے۔ زمین کا پانچواں حصہ بیت المال کے لئے نکالے۔

۲۔ مفتوحہ اراضی پر زمین کے مالکوں کی ملکیت برقرار رکھے، جن پر خراج اور جزیہ عائد ہو گا۔ یہ آمدنی بیت المال میں جمع ہو گی۔ کتاب الاموال کے مطابق حضرت عمرؓ نے مملوکہ زمینوں کی تقسیم کے مطالبے کے باوجود انہیں تقسیم نہ کیا اور خراج کو آئندہ نسلوں کے لئے محفوظ کیا۔

۳۔ امیر اس زمین کو نہ تو مال غنیمت کی طرح تقسیم کرے اور نہ ہی سابقہ مالکان کی ملکیت کو قائم رکھے بلکہ اس زمین کو بیت المال میں شامل کرے۔[42]

اس کے علاوہ یہ کہ زمین کی ملکیت کی بنا پر کسی مزارع پر ظلم کرنا ہرگز جائز نہیں۔اس سلسلہ میں محمد قطب لکھتے ہیں:

جاگیرداری نظام میں کسان پر فرائض اور ذمہ داریوں کا ایک کمر توڑ بوجھ ہوتا تھا لیکن اسلامی تاریخ میں اس کا کوئی وجود نہیں۔اسلامی عہد میں اگر کوئی کسان خطاوار ثابت ہو جاتا تو زمیندار کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس سے اپنی زمین لے کر کسی اور کسان کے حوالے کر دے۔ لیکن اسے کسان کو کسی طرح ظلم وستم کرنے یا جور و تعدی کا نشانہ بنانے کا کوئی اختیار نہیں تھا، کیونکہ اسلام زمیندار اور اس کے مزارعین کے مابین تعلقات آقائی اور غلامی کی اساس پر نہیں بلکہ آزادی اور مساوات کی بنیادوں پر استوار کرتا ہے۔[43]

(2)اسلام میں زرعی غلامی کا کوئی تصور نہیں:

اسلام میں زرعی غلامی کا کوئی تصور نہیں۔اسلام میں صرف جنگی قیدیوں کی غلامی کا تصور تھا اور اس سے متعلق احکامات ارشاد فرمائے گئے۔ لیکن اسلام میں بعض گناہوں کے کفارات کے طور پر غلاموں کو آزاد کرنے کی حوصلہ افزائی کی گئی
ہے۔ محمد قطب لکھتے ہیں:

اسلام زرعی غلامی کو قطعا برداشت نہیں کرتا۔وہ غلامی کی ایک صورت کے سوا اس کی کسی اور صورت کو تسلیم ہی نہیں کرتا۔اس کی رو سے زرعی غلامی کو جو مزارعین کو ایک مخصوص رقبہ زمین کے ساتھ باندھ دیتی ہے قطعا کوئی جواز نہیں ہے۔اسلامی تاریخ غلاموں کی صرف ایک قسم سے آشنا ہے، جو مختلف جنگوں میں گرفتار ہو کر آنے والے جنگی قیدیوں پر مشتمل تھی۔اس سے ثابت ہوا کہ ابتدائی اسلامی معاشرے میں غلاموں کی مجموعی تعداد آزاد شہریوں سے بہت کم تھی۔ یہ غلام اپنے مالکوں کے کھیتوں میں کام کرتے تھے۔ یہاں تک کہ یا تو ان کے مالک اپنی مرضی سے انہیں آزاد کر دیتے تھے یا پھر وہ خود ان سے مکاتبت (لکھا پڑھی) کا مطالبہ کر کے اپنی آزادی حاصل کر لیتے تھے۔ مغرب کے جاگیرداری نظام کی تاریخ میں غلاموں کی آزادی کے اس طرح کے کسی طریقے کا سراغ نہیں ملتا کیونکہ اس نظام کا یہ منشا تھا ہی نہیں کہ کسانوں اور زراعتی کارکنوں کو آزادی کے جذبے سے سرشار کیا جائے۔اس کے برعکس اس کی کوشش ہمیشہ یہ رہی کہ ان کی غلامی کو دوام کی صورت دے دی جائے تاکہ اگر کسان اور زراعت پیشہ طبقے

کبھی آزاد بھی ہونا چاہیں تو آزادانہ ہو سکیں۔ مغرب میں کسان کو زرعی غلام سمجھا جاتا تھا جسے زمین کی طرح بیچا اور خریدا جاتا تھا۔ چنانچہ اگر زمیندار زمین کا کوئی ٹکڑا فروخت کرتا تھا تو اس پر کام کرنے والے تمام کسان بھی بک جاتے تھے اور زمین کے نئے مالک کی ملکیت بن جاتے تھے۔[44]

ڈاکٹر نور محمد غفاری صاحب لکھتے ہیں:

اسلام اس نظام زمینداری کی ہر گز اجازت نہیں دیتا جو انسان کو آقا اور غلام، ظالم و مظلوم اور مکمل با اختیار اور پوری طرح بے بس کر دے۔ جو انسانوں میں دلی نفرتوں سماجی کدورتوں اور معاشی رنجشوں کے بیج بو دے۔ جس کے نتیجہ میں معاشرتی جدال و قتال کا سلسلہ شروع ہو جائے۔ جس کا نظارہ روس اور اس کے اشتراکی پیروکار ممالک دیکھ چکے ہیں۔[45]

اسلام اس قسم کی زرعی غلامی کے تصور سے قطعاً نا آشنا ہے۔ سوائے ایک خدا کی غلامی کے جو موت وحیات کا خالق ہے، غلامی اور اطاعت کی باقی تمام صورتوں کی نفی کرتا ہے۔ ان کا شدید مخالف ہے۔ اس کے نزدیک کسی مخلوق کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنی جیسی کسی دوسری مخلوق کو اپنا غلام بنالے کیونکہ ایسا ہونا غیر فطری ہے اور اس کا باعث ہمیشہ کچھ غیر اسلامی عناصر ہوتے ہیں۔

(3) اقطاع کو جاگیرداری سمجھنا:

بعض علماء نے جاگیرداری نظام کو اقطاع سمجھتے ہوئے جائز قرار دیا ہے۔ اس سلسلہ میں ایک غلط فہمی یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو جاگیریں اور زمینیں عطا کی تھیں:

خیبر کی زمین دو برابر حصوں میں تقسیم کی گئی۔ نصف بیت المال، مہمانی اور سفارت وغیرہ کے مصارف کے لئے خاص کر دیا گیا جبکہ باقی نصف مجاہدین پر جو اس غزوہ میں شریک تھے مساوی حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ کل فوج کی تعداد چودہ سو تھی، دو سو سوار تھے۔ سواروں کو گھوڑوں کے مصارف کے لئے پیدل سے دوگنا ملتا تھا۔ اس بنا پر یہ تعداد اٹھارہ سو کے برابر تھی۔ اس حساب سے کل جائیداد کے اٹھارہ سو حصے کئے گئے اور ہر مجاہد کے حصہ میں ایک حصہ آیا۔ جناب سرور کائنات ﷺ کو بھی عام مجاہدین کے برابر ایک حصہ ملا۔[46]

النبی ﷺ معهم له سهم كسهم احدهم [47]

نبی کریم ﷺ ان کے ساتھ تھے، آپ کا حصہ اتنا ہی تھا جتنا ان میں سے کسی ایک کا تھا

حضرت علقمہ بن وائل اپنے والد وائل بن حجر سے بیان کرتے ہیں:

انّ النّبی ﷺ اقْطَعَہا رضاً بحضرمَوتَ [48]

نبی کریم ﷺ نے انہیں حضرموت کی زمین بطور جاگیر عطا کی۔

ڈاکٹر حمید اللہ مرحوم نے اپنی کتاب "الوثائق السیاسیہ" میں ان تمام صحابہ کرامؓ کا ذکر کیا ہے جن کو نبی کریم ﷺ نے جاگیریں عطا کی تھیں۔

حضرت عمرؓ کے زمانے میں کبھی کبھی کسی شخص کو اسلامی کوششوں کے صلے میں جاگیر عطا کی جاتی۔ جو انہی (قابل زراعت) زمینوں سے کی جاتی تھی۔ لیکن یہ جاگیریں کسی حال میں خراج یا عشر سے مستثنیٰ نہیں ہوتی تھیں۔[49]

لیکن اس جاگیر دارانہ نظام کا اسلام کے حکم اقطاع سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ ان جاگیروں کے دینے کا مقصد مجموعی حیثیت سے ریاستی مفاد یعنی بنجر زمینوں کی آبادکاری کو مدنظر رکھنا تھا۔ یہ زمینیں یا تو انہیں خود آباد کرنا تھیں یا مزدوروں سے آباد کروانا تھیں۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ : مَنْ أَعْمَرَ أَرْضًا لَيْسَتْ لِأَحَدٍ فَهُوَ أَحَقُّ . قَالَ عُرْوَةُ : قَضَى بِهِ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِي خِلَافَتِهِ

جس نے کوئی ایسی زمین آباد کی، جس پر کسی کا حق نہیں تھا تو اس زمین کا وہی حقدار ہے۔ عروہ نے بیان کیا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں یہی فیصلہ کیا تھا۔

اسی حدیث کے باب میں یہ وضاحت موجود ہے کہ حضرت علیؓ نے کوفہ میں ویران علاقوں کو آباد کرنے کے لئے یہی حکم دیا تھا۔[50]

شبلی نعمانی اس سلسلہ میں لکھتے ہیں:

حضرت عمرؓ نے زمین کی آبادی اور زراعت کی ترقی کی طرف توجہ کی۔ عام حکم دے دیا کہ تمام ملک میں جہاں جہاں افتادہ زمینیں ہیں جو شخص ان کو آباد کرے گا اس کی ملک ہو جائیں گی۔ لیکن اگر کوئی شخص اس قسم کی زمین کو آباد کرنے کی غرض سے اپنے قبضے میں لائے اور تین برس کے اندر آباد نہ کرے تو زمین اس کے قبضہ سے نکل جائے گی۔ اس طریقے سے افتادہ زمینیں نہایت جلد آباد ہو گئیں۔ حملے کے وقت جہاں جہاں کی رعایا گھر چھوڑ کر نکل گئی تھی ان کے لئے اشتہار دیا کہ واپس آجائے اور اپنی زمینوں پر قابض ہو جائے۔[51]

نیز مزارعت کی شرائط شریعت نے طے کر دی ہیں جو جاگیر دارانہ نظام کی ظالمانہ شرائط سے بہت مختلف ہیں۔ کاشتکار اور زمیندار کا تعلق آجر اور اجیر سا ہوتا ہے نہ کہ آقا اور غلام جیسا ہوتا ہے۔ آجر اور اجیر کے حقوق کا تعین

شریعت اسلامیہ میں کر دیا گیا ہے۔ نیز کاشتکار سے معین پیداوار کا مطالبہ بھی نہیں کیا جا سکتا۔اسی طرح وہ جاگیر دار کے ناجائز مطالبات پورے کرنے کا پابند بھی نہیں ہوتا۔ زمین پر شرعی واجبات خراج اور عشر کی صورت میں لاگو ہیں۔ جن میں تبدیلی کا اختیار کسی کے پاس نہیں ہے۔ان کا ادا کرنا لازم ہے۔

اسلام میں جاگیر دینے کے لیے ''اقطاع'' کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے۔ڈاکٹر وھبہ زحیلی نے اقطاع کی تعریف ''نیل الاوطار'' سے اس طرح نقل کی ہے:

> هو جعل بعض الاراضى الموات مختصة ببعض الاشخاص سواءاكان ذلک معدنا ام ارضا فيصير ذلک البعض اولى به من غيره بشرط ان يكون من الموات الذى لا يختص به احد او هو تسويغ الامام من مال الله شيئا لمن يراه اهلا له واكثر ما يستعمل فى الارض وهو ان يخرج منها لمن يراه مايجوزه اما بان يملكه فيعمره واما بان يجعل له علته مدة[52]

> وہ کچھ بنجر زمینوں کو بعض افراد کے لئے مختص کرتی ہے،چاہے یہ تیار ہو یا بنجر، یہ کچھ اپنے سے علاوہ سے بہتر ہو جاتے ہیں اس شرط کے ساتھ کہ بنجر کسی ایک کے لئے مختص نہ ہو یا اسے امام نے اللہ کے مال میں سے کسی چیز کو اس شخص کے لئے جائز یا خاص کر دیا ہو جسے وہ اس کے لئے اہل سمجھے اور زمین میں زیادہ استعمال کیا جاتا ہے اور یہ ان لوگوں کے لئے باہر آنا ہے جو دیکھ سکتے ہیں کہ وہ کیا کر سکتے ہیں اور اسے عوامی طور پر بنانے کے لئے۔

علمائے سلف نے ''القطعیہ'' کی تعریف اس طرح بیان کی ہے:

> قطعیہ وہ زمین ہے جو امام عادل کی طرف سے اس شخص کو دی جاتی ہے جو اسلامی خدمات سرانجام دینے میں ممتاز مقام رکھتا ہے۔

اس تعریف میں دو شرائط پائی جاتی ہیں:

(۱) جاگیر وہ جائز ہو گی جو امام عادل نے دی ہو۔

(۲) جسے عطا کی جا رہی ہے اس نے اسلامی خدمات سرانجام دی ہو۔

نیز یہ تمام جاگیریں اسلامی حکومت کی تحویل میں ہوں گی۔ مسلم حکمران یا اسلامی حکومت ان جاگیروں کی واپسی کا اختیار رکھتی ہے۔اس تعریف کی رو سے جاگیر داری نظام کو جائز قرار نہیں دیا جا سکتا۔[53]

اقطاع کی درج ذیل صورتیں ہیں:

(1) جسے زمین دی جائے اسے زمین کا مالک بنادیا جائے۔ وہ اس زمین کو خریدنے اور بیچنے کا اختیار رکھتا ہے۔ نیز یہ زمین اس کی اولاد میں شریعت کے مقرر کردہ حصوں کے مطابق تقسیم ہو گی۔ کتاب الاموال میں ایسے اقطاعات کی تقسیم جناب رسول اللہ ﷺ سے منقول ہے۔

(2) جسے زمین دی جائے اسے زمین کا مالک نہ بنایا جائے بلکہ اس کے منافع اور آمدنی حاصل کرنے کا اختیار نسلا بعد نسل دیا جائے۔ امام کو کسی شرعی وجہ کے بغیر جاگیر دار یا اس کے ورثا کو بے دخل نہیں کر سکتا۔ اگر وہ زمین کو معطل کر کے چھوڑ دیں یا زمین کا عشر و خراج ادا نہ کریں تو ان سے لیکر دوسروں کو دی جا سکتی ہے۔ اس صورت میں جاگیر دار اور اس کے ورثا کو بیع، ہبہ یا وقف کا اختیار نہیں ہوتا باقی تصرفات جن کا تعلق پیداوار سے ہے وہ سب جائز ہے۔

(3) نہ جاگیر دار کو زمین کا مالک بنایا جائے اور نہ نسلا بعد نسل منافع دیں۔ بلکہ تاحیات جاگیر دار کو منافع لینے کا اختیار دیا جائے۔ اس صورت میں جاگیر دار کے انتقال کے بعد یہ زمین اس سے واپس لی جائے گی۔

(4) جاگیر دار کو پیداوار سے منافع حاصل کرنے کی اجازت کسی محدود مدت کے بغیر دی جائے۔ اس صورت میں امام کو اختیار ہے کہ جب ضرورت یا مصلحت دیکھے اس کے قبضہ سے نکال لے۔

(5) زمین کی ملکیت اور اس کی پیداوار وغیرہ سے جاگیر دار کا کوئی تعلق نہ ہو بلکہ زمین کا عشر و خراج کا کچھ حصہ بیت المال کی بجائے کسی حقدار کو دے دیا جائے۔ جاگیر دار مصارف خراج میں سے ہو۔

(6) وہ اراضی بیت المال سے نہ ہو بلکہ اراضی مملوکہ سے متعلق ہو۔ اور احکام پانچویں صورت کی مانند ہوں گے۔ جاگیر دار کا مصارف خراج میں سے ہونا لازمی ہے۔

(7) جاگیر غیر آباد زمینوں (ارض موات) سے دی جائے۔ یہ جاگیر ہر شخص کو دی جا سکتی ہے۔ چاہے وہ مسلم ہو یا غیر مسلم ذمی، مصارف بیت المال میں شامل ہو یا نہ ہو۔ یہ جاگیر جس کو عطا کی جائے گی جب وہ اسے آباد کرے گا تو رقبہ زمین کا مالک و مختار ہو جائے گا۔ ہر قسم کے مالکانہ تصرفات اس کے لئے جائز ہوں گے۔[54]

(4) زمیندار اور کسان کے باہمی معاملہ کی جائز صورتیں:

اسلام کی نگاہ میں کسان اور زمین کے مابین جائز قانونی تعلق کی دو صورتیں ممکن ہیں:

(۱) معاہدہ باہمی

(۲) مزارعت

(۱) معاہدہ باہمی:

معاہدہ باہمی کی صورت میں کسان زمین کی کل پیداوار میں سے ایک طے شدہ حصہ زمیندار کو زمین کے کرائے کے طور پر دینے کا پابند ہوتا ہے۔ اس سے جو پیداوار بچ رہتی ہے 'وہ اس کی ملکیت بن جاتی ہے اور اس سے وہ اپنی اور اپنے

کنبے کی ضروریات پوری کرتا ہے۔یوں اسلامی نظام میں نہ صرف کسان کی آزادی ہر طرح سے محفوظ رہتی تھی بلکہ وہ زمین اور اس کی کاشت کے سلسلہ میں جو طریقہ مناسب سمجھتا اسے بھی اختیار کر سکتا تھا۔[55]

(۲)مزارعت:

زمیندار اور کسان فصل کی پیداوار کو تقسیم کرنے کا جو معاملہ طے کرتے ہیں وہ مزارعت کہلاتا ہے۔عربی زبان میں مخابرہ اور محاقلہ اس کے مترادفات میں سے ہیں۔امام شافعیؒ نے مزارعت کی تعریف ان الفاظ میں بیان کی ہے:

واذااعطى الرجل الرجل ارضامزارعة بالنصف ،او الثلث،او الربع ،او اعطى نخلا ،او شجرامعاملة /بالنصف او اقل من ذلك ،او اكثر ---- واذا دفع الرجل الى الرجل ارضا بيضاءعلى ان يزرعها المدفوعة اليه، فمااخرج الله منها من شى فله منه جزء من الاجزاء،فهذه المحاقلة والمخابرة والمزارعة۔[56]

اور جب کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو آدھی یا تہائی یا چوتھائی پر زمین بطور مزارعت دے یا کھجور یا درخت دے اور آدھے یا اس سے کم یا زیادہ کا معاملہ کرے۔۔۔۔۔جب ایک شخص کسی دوسرے کو اپنی خالی زمین اس شرط پر دے کہ وہ زمین کو کاشت کرے گا پھر جو کچھ اس سے اللہ تعالی پیدا کرے گا اس میں سے اس کاشت کرنے والے کو ایک حصہ ملے گا تو اس معاملہ کا نام محاقلہ، مخابرہ یا مزارعۃ ہے۔

بعض احادیث مزارعت کے عدم جواز میں وارد ہوئی ہیں، جن سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مزارعت اسلام کے معاشی نظام میں جائز نہیں۔

حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى ، أَخْبَرَنَا الأَوْزَاعِيُّ ، عَنْ عَطَاءٍ ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ، قَالَ : كَانُوا يَزْرَعُونَهَا بِالثُّلُثِ وَالرُّبُعِ وَالنِّصْفِ ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ كَانَتْ لَهُ أَرْضٌ فَلْيَزْرَعْهَا أَوْ لِيَمْنَحْهَا ، فَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ فَلْيُمْسِكْ أَرْضَهُ[57]

صحابہ تہائی، چوتھائی یا نصف پر بٹائی کا معاملہ کیا کرتے تھے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے پاس زمین ہو تو اسے خود بوئے ورنہ دوسروں کو بخش دے۔ اگر یہ بھی نہیں کر سکتا تو اسے یوں ہی خالی چھوڑ دے۔

حدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ ، أَخْبَرَنَا الأَوْزَاعِيُّ ، عَنْ أَبِي النَّجَاشِيِّ مَوْلَى رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ ، سَمِعْتُ رَافِعَ بْنَ خَدِيجِ بْنِ رَافِعٍ ،عَنْ عَمِّهِ ظُهَيْرِ بْنِ رَافِعٍ ،قَالَ ظُهَيْرٌ :لَقَدْ نَهَانَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ عَنْ أَمْرٍ كَانَ بِنَا رَافِقًا ، قُلْتُ : مَا قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهُوَ حَقٌّ ، قَالَ : دَعَانِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ : مَا تَصْنَعُونَ بِمَحَاقِلِكُمْ ؟ قُلْتُ : نُؤَاجِرُهَا عَلَى الرُّبُعِ ، وَعَلَى الأَوْسُقِ مِنَ التَّمْرِ وَالشَّعِيرِ ، قَالَ : لَا تَفْعَلُوا ، ازْرَعُوهَا أَوْ أَزْرِعُوهَا أَوْ أَمْسِكُوهَا . قَالَ رَافِعٌ : قُلْتُ : سَمْعًا وَطَاعَةً[58].

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک ایسے کام سے منع کیا تھا جس میں ہمارا (بظاہر ذاتی) فائدہ تھا۔ اس پر میں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ بھی فرمایا وہ حق ہے۔ ظہیر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا اور دریافت فرمایا کہ تم لوگ اپنے کھیتوں کا معاملہ کس طرح کرتے ہو؟ میں نے کہا کہ ہم اپنے کھیتوں کو (بونے کے لیے) نہر کے قریب کی زمین کی شرط پر دے دیتے ہیں۔ اسی طرح کھجور اور جو کے چند وسق پر۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو۔ یا خود اس میں کھیتی کیا کرو یا دوسروں سے کراؤ۔ ورنہ اسے یوں خالی ہی چھوڑ دو۔ رافع رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے کہا (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان) میں نے سنا اور مان لیا۔

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے:

انَّ رسول اللهﷺ نهى عن المُحَاقَلَةِوالمزابنةوالمخابرةِ[59]

نبی ﷺ نے زمین کو بٹائی پر دینے، پھل کی خشک کھجور سے بیع اور مخابرہ (غلط شرطوں کے ساتھ بٹائی پر دینے) سے منع فرمایا۔

ان روایات سے یہ بات ظاہری طور پر نظر آتی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مزارعت کو ناجائز فرمایا ہے۔ اسی لئے کچھ صحابہ کرامؓ بھی جن میں نمایاں ترین شخصیت سیدنا ابوذر غفاریؓ کی ہے، زمینداری نظام کے مخالف تھے۔ ان کے نزدیک زمین نقد لگان اور بٹائی پر دینا جائز نہیں ہے۔ امام ابو حنیفہؒ بھی زمینداری کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔ ان کا موقف ہدایہ، کتاب الحجۃ اور کتاب الخراج سے واضح ہے کہ ایسا اجارہ مجہول اور فاسد ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے علاوہ حماد، مجاہد، سالم، ابراہیم نخعی، عمرو بن دینار رحمھم اللہ نے مزارعت کو ناجائز قرار دیا ہے۔ امام شافعیؒ لکھتے ہیں:

فان ابا حنيفة رضى الله عنه كان يقول :هذا كله باطل ؛لانه استاجره بشىء مجهول،يقول :ارأيت لو لم يخرج من ذلک شیٔ اليس كان عمله ذلک بغير اجر ؟وكان ابى ليلى يقول :ذلک كله جائز -[60]

ابو حنیفہؒ فرماتے تھے: یہ تمام باطل ہے کیونکہ وہ اسے ایک نامعلوم چیز کے بدلے کرایہ پر دیتا ہے، وہ کہے گا: بھلا بتاؤ تو سہی اگر اس میں سے کچھ نہیں نکلے گا تو کیا اس کا یہ عمل بلا معاوضہ ہو گا؟ اور ابی لیلی فرماتے ہیں کہ وہ تمام معاملہ جائز ہے۔

ان کے برعکس بعض روایات حدیث سے مزارعت کا جواز ثابت ہوتا ہے:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَجْلَى الْيَهُودَ ، وَالنَّصَارَى مِنْ أَرْضِ الْحِجَازِ ، وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا ظَهَرَ عَلَى خَيْبَرَ أَرَادَ إِخْرَاجَ الْيَهُودِ مِنْهَا ، وَكَانَتِ الأَرْضُ حِينَ ظَهَرَ عَلَيْهَا لِلَّهِ وَلِرَسُولِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِلْمُسْلِمِينَ ، وَأَرَادَ إِخْرَاجَ الْيَهُودِ مِنْهَا ، فَسَأَلَتْ الْيَهُودُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُقِرَّهُمْ بِهَا ، أَنْ يَكْفُوا عَمَلَهَا وَلَهُمْ نِصْفُ الثَّمَرِ ؟ فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : نُقِرُّكُمْ بِهَا عَلَى ذَلِكَ مَا شِئْنَا ، فَقَرُّوا بِهَا حَتَّى أَجْلَاهُمْ عُمَرُ إِلَى تَيْمَاءَ،وَأَرِيحَاءَ[61]

عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہودیوں اور عیسائیوں کو سرزمین حجاز سے نکال دیا تھا اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر پر فتح پائی تو آپ نے بھی یہودیوں کو وہاں سے نکالنا چاہا تھا۔ جب آپ کو وہاں فتح حاصل ہوئی تو اس کی زمین اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی ہو گئی تھی۔ آپ کا ارادہ یہودیوں کو وہاں سے باہر کرنے کا تھا، لیکن یہودیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ ہمیں یہیں رہنے دیں۔ ہم (خیبر کی اراضی کا) سارا کام خود کریں گے اور اس کی پیداوار کا نصف حصہ لے لیں گے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا جب تک ہم چاہیں تمہیں اس شرط پر یہاں رہنے دیں گے۔ چنانچہ وہ لوگ وہیں رہے اور پھر عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں تیماء اور اریحاء کی طرف جلا وطن کر دیا۔

جب پیداوار کی تقسیم کا وقت آتا تو آپ ﷺ پیداوار کا اندازہ کرنے کے لئے عبداللہ بن رواحہ کو بھیجتے۔

عَنْ جَابِرٍ، أَنَّهُ قَالَ: أَفَاءَ اللهُ عَلَى رَسُولِهِ خَيْبَرَ، فَأَقَرَّهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا كَانُوا، وَجَعَلَهَا بَيْنَهُ وَبَيْنَهُمْ، فَبَعَثَ عَبْدَ اللهِ بْنَ رَوَاحَةَ فَخَرَصَهَا عَلَيْهِمْ [62]

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: اللہ نے اپنے رسول کو خیبر دیا تو رسول اللہ ﷺ نے خیبر والوں کو ان کی جگہوں پر رہنے دیا جیسے وہ پہلے تھے اور خیبر کی زمین کو (آدھے آدھے کے اصول پر) انہیں بٹائی پر دے دیا اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو (تخمینہ لگا کر تقسیم کے لیے) بھیجا تو انہوں نے جا کر اندازہ کیا (اور اسی اندازے کا نصف ان سے لے لیا)۔

ایک اور حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ مزارعت کا جواز پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

ثُمَّ حُدِّثَ ،عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى كِرَاءِ الْمَزَارِعِ فَذَهَبَ ابْنُ عُمَرَ إِلَى رَافِعٍ ، فَذَهَبْتُ مَعَهُ ،فَسَأَلَهُ فَقَالَ : نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كِرَاءِ الْمَزَارِعِ،فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: قَدْ عَلِمْتَ أَنَّا كُنَّا نُكْرِي مَزَارِعَنَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا عَلَى الْأَرْبِعَاءِ وَبِشَيْءٍ مِنَ التِّبْنِ [63] .

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھیتوں کو کرایہ پر دینے سے منع کیا تھا۔ (یہ سن کر) ابن عمر رضی اللہ عنہما رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھیتوں کو کرایہ پر دینے سے منع فرمایا۔ اس پر ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ آپ کو معلوم ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ہم اپنے کھیتوں کو اس پیداوار کے بدل جو نالیوں پر ہو اور تھوڑی گھاس کے بدل دیا کرتے تھے۔

مدینہ میں پناہ حاصل کرنے والے مہاجرین بھی مزارعت کرتے تھے جیسا کہ امام بخاریؒ نے اس باب میں تصریح فرمائی ہے:

وَقَالَ قَيْسُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ قَالَ مَا بِالْمَدِينَةِ أَهْلُ بَيْتِ هِجْرَةٍ إِلاَّ يَزْرَعُونَ عَلَى الثُّلُثِ وَالرُّبُعِ. وَزَارَعَ عَلِيٌّ وَسَعْدُ بْنُ مَالِكٍ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُودٍ وَعُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ وَالْقَاسِمُ وَعُرْوَةُ وَآلُ أَبِي بَكْرٍ وَآلُ عُمَرَ وَآلُ عَلِيٍّ وَابْنُ سِيرِينَ. وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الأَسْوَدِ كُنْتُ أُشَارِكُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ يَزِيدَ فِي الزَّرْعِ. وَعَامَلَ عُمَرُ النَّاسَ عَلَى إِنْ

جَاءَ عُمَرُ بِالْبَذْرِ مِنْ عِنْدِهِ فَلَهُ الشَّطْرُ وَإِنْ جَاءُوا بِالْبَذْرِ فَلَهُمْ كَذَا. وَقَالَ الْحَسَنُ لاَ بَأْسَ أَنْ تَكُونَ الأَرْضُ لأَحَدِهِمَا فَيُنْفِقَانِ جَمِيعًا فَمَا خَرَجَ فَهْوَ بَيْنَهُمَا وَرَأَى ذَلِكَ الزُّهْرِيُّ. وَقَالَ الْحَسَنُ لاَ بَأْسَ أَنْ يُجْتَنَى الْقُطْنُ عَلَى النِّصْفِ. وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ وَابْنُ سِيرِينَ وَعَطَاءٌ وَالْحَكَمُ وَالزُّهْرِيُّ وَقَتَادَةُ لاَ بَأْسَ أَنْ يُعْطِيَ الثَّوْبَ بِالثُّلُثِ أَوِ الرُّبُعِ وَنَحْوِهِ. وَقَالَ مَعْمَرٌ لاَ بَأْسَ أَنْ تَكُونَ الْمَاشِيَةُ عَلَى الثُّلُثِ وَالرُّبُعِ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى[64]

مدینہ میں مہاجرین کا کوئی گھر ایسا نہ تھا جو تہائی یا چوتھائی حصہ پر کاشتکاری نہ کرتا ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور سعد بن مالک اور عبداللہ بن مسعود، اور عمر بن عبدالعزیز اور قاسم اور عروہ اور حضرت ابو بکر کی اولاد اور حضرت عمر کی اولاد اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد اور ابن سیرین سب بٹائی پر کاشت کیا کرتے تھے۔ اور عبدالرحمٰن بن اسود نے کہا کہ میں عبدالرحمٰن بن یزید کے ساتھ کھیتی میں ساجھی رہا کرتا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے کاشت کا معاملہ اس شرط پر طے کیا تھا کہ اگر بیج وہ خود (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) مہیا کریں تو پیداوار کا آدھا حصہ لیں اور اگر تخم ان لوگوں کا ہو جو کام کریں گے تو پیداوار کے اتنے حصے کے وہ مالک ہوں۔ حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ زمین کسی ایک شخص کی ہو اور اس پر خرچ دونوں (مالک اور کاشتکار) مل کر کریں۔ پھر جو پیداوار ہو اسے دونوں بانٹ لیں۔ زہری رحمہ اللہ نے بھی یہی فتوی دیا تھا۔ اور حسن نے کہا کہ کپاس اگر آدھی (لینے کی شرط) پر چنی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ ابراہیم، ابن سیرین، عطاء، حکم، زہری اور قتادہ رحمہم اللہ نے کہا کہ (کپڑا بننے والوں کو) دھاگا اگر تہائی، چوتھائی یا اسی طرح کی شرکت پر دیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ معمر نے کہا کہ اگر جانور ایک معین مدت کے لیے اس کی تہائی یا چوتھائی کمائی پر دیا جائے تو اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

حضرت رافع بن خدیج نے مزارعت کے عدم جواز میں حدیث خلفائے راشدین کے زمانہ کے بعد پیش کی۔ صحیح بخاری اور مسلم کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنے کھیتوں کو نبی کریم ﷺ، ابو بکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنھم اور حضرت امیر معاویہؓ کے ابتدائی عہد خلافت میں کرایہ پر دیتے رہے۔ اسی طرح رافع بن خدیجؓ کو اجارہ سے

منع کرنے پر دلیل پیش کی کہ عہد نبوی ﷺ میں کھیتوں کو اس پیداوار کے بدلے میں جو نالیوں پر ہو اور تھوڑی گھاس کے بدلے اجارہ پر دیا کرتے تھے۔اس خدشے کے پیش نظر کہ شاید نبی کریم ﷺ نے مزارعت کی ممانعت سے متعلق کوئی حدیث ارشاد فرمائی ہو جس کا انہیں علم نہ ہو احتیاطاً مزارعت سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔یہ کہنے کے باوجود کہ رافع نے ہم کو ہماری زمین سے محروم کر دیا ہے مزارعت کا معاملہ روک دیا۔ورنہ وہ کسی حکم نبوی ﷺ کو سن کر ایسی شکایت زبان پر نہ لاتے۔

مزارعت کے موضوع پر تمام احادیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مزارعت سے مکمل طور پر منع نہیں دیا بلکہ اس کی چند صورتوں کو منع فرمایا ہے۔جن کی طرف یہ احادیث رہنمائی کرتی ہیں:

مِمعَ رَافِعَ بْنَ خَدِيجٍ ، قَالَ : كُنَّا أَكْثَرَ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مُزْدَرَعًا ، كُنَّا نُكْرِي الْأَرْضَ بِالنَّاحِيَةِ مِنْهَا مُسَمًّى لِسَيِّدِ الْأَرْضِ ، قَالَ : فَمِمَّا يُصَابُ ذَلِكَ وَتَسْلَمُ الْأَرْضُ ، وَمِمَّا يُصَابُ الْأَرْضُ وَيَسْلَمُ ذَلِكَ ، فَنُهِينَا وَأَمَّا الذَّهَبُ وَالْوَرِقُ فَلَمْ يَكُنْ يَوْمَئِذٍ[65]

رافع بن خدیج فرماتے ہیں: مدینہ میں ہمارے پاس کھیت دوسروں سے زیادہ تھے۔ہم کھیتوں کو اس شرط کے ساتھ دوسروں کو جوتنے اور بونے کے لیے دیا کرتے تھے کہ کھیت کے ایک مقررہ حصے (کی پیداوار) مالک زمین لے گا۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا کہ خاص اسی حصے کی پیداوار ماری جاتی اور سارا کھیت سلامت رہتا۔اور بعض دفعہ سارے کھیت کی پیداوار ماری جاتی اور یہ خاص حصہ بچ جاتا۔اس لیے ہمیں اس طرح کے معاملہ کرنے سے روک دیا گیا اور سونا اور چاندی کے بدلہ ٹھیکہ دینے کا تو اس وقت رواج ہی نہ تھا۔

دوسری حدیث میں ارشاد ہے:

عَنْ عَمْرٍو ، قَالَ :ذَكَرْتُهُ لِطَاوُسٍ ، فَقَالَ : يُزْرِعُ ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا:إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَنْهَ عَنْهُ، وَلَكِنْ قَالَ: أَنْ يَمْنَحَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَأْخُذَ شَيْئًا مَعْلُومًا

انہوں نے کہا کہ (بٹائی وغیرہ پر) کاشت کرا سکتا ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع نہیں کیا تھا۔ البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ اپنے کسی بھائی کو زمین بخشش

کے طور پر دے دینا اس سے بہتر ہے کہ اس پر کوئی محصول لے۔(یہ اس صورت میں کہ زمیندار کے پاس فالتو زمین بیکار پڑی ہو) ۔[66]

نبی اکرم ﷺ ، خلفائے راشدین اور خیر القرون کے دور تک مالکان زمین اپنی زمین مزارعت اور لگان پر دیتے اور اسے جائز سمجھتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے زمین کو بٹائی پر دینے سے اس لئے منع فرمایا کہ مالکان زمین محتاج مزارعین کی مجبوری سے ناجائز فائدہ حاصل کرتے ۔انہیں اپنی من مانی شرائط پر زمین دیتے جس سے مالک زمین کا فائدہ اور مزراع کا استحصال یقینی تھا۔ جیسے مالک زمین سیر اب شدہ اور زرخیز پیداوار کا حصہ اپنے لئے مختص کر لیتا۔ بعض مرتبہ کسان کو پیداوار کی ایک مقرر شدہ مقدار مالک زمین کو دینا پڑتی خواہ وہ پیداوار کم ہو یا زیادہ یا اسے اس مقررہ پیداوار کے علاوہ بھی ایک مقدار مالک زمین کو دینا پڑتی ۔یہ بھی کاشتکار پر ظلم کی ایک صورت تھی جس سے منع کیا گیا۔مزارعت کے بعض معاملات میں مضارع کے لئے ضروری تھا کہ وہ جاگیر دار کے رسوم ورواج (بچوں کی شادی وغیرہ) کا خرچ برداشت کرے یا مال کی ایک مقررہ مقدار فراہم کرے۔

امام أبو یوسفؒ لکھتے ہیں :

فاحسن ما سمعنا فى ذلک والله اعلم ان ذلک كله جائزمستقيم صحيح ،وهو عندى بمنزلة مال المضاربة قد يدفع الرجل الى الرجل المال مضاربة بالنصف والثلث فيجوز وهذا مجهول لا يعلم ما مبلغ ربحه ليس فى اختلاف بين العلماء فيما علمت۔وكذلک الأرض عندى هى بمنزلة المضاربة :الأرض البيضاءمنها والنخل والشجر سواء ۔۔۔واما اصحابنامن اہل الحجاز فاجازوا ذلک على ما ذكرت لک بما عامل عليه رسول الله اہل خيبر فى الثمر والزرع ولا اعلم احد ا من الفقہاء اختلف فى ذلک خلا ھؤلاءالرهط من اهل الكوفة الذين وصفت لک۔[67]

اس(مسئلہ) میں جو بات ہم نے سب سے بہتر سنی ہے اللہ خوب جانتا ہے کہ یہ تمام (مزارعت) جائز،سیدھی اور صحیح ہے۔اور وہ میرے نزدیک مضاربت کے مال کی طرح ہے جہاں ایک شخص اپنا مال دوسرے شخص کو نصف اور تہائی نفع پر مضاربت کے طریقہ پر دیتا ہے۔ پس وہ جائز ہے اور یہ (نفع) نامعلوم ہے۔ وہ نہیں جانتا کہ نفع کی رقم کیا ہے؟ جہاں تک مجھے معلوم ہے اس بارے میں علماء کے درمیان اختلاف نہیں ہے۔اور اسی طرح زمین میرے نزدیک مضاربت کی مانند ہے: اس میں خالی زمین اور کھجور اور درخت برابر ہیں۔۔۔اور جہاں تک فقہائے

حجاز کا تعلق ہے تو انہوں نے اسے جائز قرار دیا ہے، جس کا اوپر میں نے آپ کے لئے ذکر کیا، رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح خیبر والوں کے ساتھ پھل اور کھیتی کا معاملہ کیا اور میں فقہاء میں سے کسی ایک کو نہیں جانتا جس نے اس میں اختلاف کیا ہو سوائے کوفہ والوں کے جو میں نے آپ سے بیان کیا۔

فقہ حنفی میں مزارعت کے جواز کا فتوی صاحبین کے قول پر ہے، عبدالرحمٰن الجزیری لکھتے ہیں:

وابو يوسف و محمد يقولان بجوازه وقولهم هو المفتى به في المذاهب لان فيه توسعة على الناس ومصلحة لهم[68]

مزارعت کے درست ہونے کی درج ذیل شرائط ہیں:

1۔ زمین کا قابل زراعت ہونا

2۔ زمیندار اور کسان کا عاقل و بالغ ہونا

3۔ مدت زراعت کا بیان کرنا

4۔ بیج زمیندار کا ہوگا یا کسان کا

5۔ کاشت کی جنس بیان کر دینا مثلاً گندم یا جو

6۔ کسان کے حصہ کا ذکر ہو جانا کہ کل پیداوار میں کس قدر ہوگا۔

7۔ زمین کو خالی کر کے کسان کے حوالے کرنا

8۔ زمین کی پیداوار میں کسان اور مالک کا شریک رہنا

9۔ زمین اور تخم ایک شخص کا ہونا اور بیل اور محنت وغیرہ امور دوسرے کے ہونے یا ایک کی فقط زمین اور باقی چیزیں دوسرے سے متعلق ہوں۔

اگر ان شرائط میں سے کوئی شرط مفقود ہوگی تو مزارعت فاسد ہو جائے گی۔[69]

مزارعت کی تمام جائز صورتوں میں یہ ضروری ہے کہ زمین زراعت کے قابل ہو۔اس کا رقبہ متعین اور خود زمین اور اس کا محل وقوع معلوم ہو اور کاشتکار کے لئے اس پر بلا روک ٹوک محنت کرنا ممکن ہو۔یہ بھی ضروری ہے کہ مزارعت کا معاملہ ایک متعین مدت کے لئے کیا جائے جو کم از کم اتنی طویل ہو کہ ایک فصل تیار کر کے کاٹی جا سکے اور اتنی طویل نہ ہو کہ اس عرصہ میں کسی ایک فریق کی زندگی کا عرصہ ختم ہو جانے کا اندیشہ ہو۔البتہ اگر یہ معاملہ ہر فصل کے لئے الگ الگ کیا جاتا ہے تو مدت کے تعین کے بغیر بھی معاملہ کیا جا سکتا ہے۔[70]

مزارعت کے سلسلہ میں ایک بات طے ہے کہ ایسی مزارعت جس میں ظلم کا کوئی پہلو نکلتا ہو اسلام میں جائز نہیں ہے۔عصر حاضر میں بعض اسلامی ممالک میں جو جاگیر داری نظام قائم ہے وہ بھی اسلام کے اصولوں کے مطابق نہیں

ہے۔اس نظام میں جو جبر واستبداد، آمریت اور حقوق کو غصب کرنا ہے، اسلام اس کی قطعا اجازت نہیں دیتا۔زمیندار نہ تو جبری بیگار لے سکتا ہے اور نہ ہی آمرانہ اختیارات اور مراعات کے ذریعے کاشتکار کو حقوق سے خالی فرائض کا پابند بنا سکتا ہے۔اسلام مساوات کا دین ہے لہذا اس معاملہ میں اسلام جاگیر دار اور مزارع کے تعلقات کو ایک جیسی آزادی، ایک جیسے حقوق وفرائض اور یکساں مراعات کی بنیاد پر استوار کرتا ہے۔نیز یہ تعلقات کچھ لو اور کچھ دو کے اُصول پر قائم ہیں۔

کاشتکار زمین کے انتخاب کے سلسلہ میں آزاد ہے وہ جس زمین کو اختیار اور جس زمیندار سے معاملہ کرنا چاہے کر سکتا ہے۔وہ کسی دباؤ یا خوف کے تحت معاملہ کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔اگر معاہدہ اس کے حق میں بہتر نہ ہو تو اسے ختم کرنے کا پورا اختیار رکھتا ہے۔معاہدہ ختم کرنے پر کاشتکار کو کسی انتقامی کاروائی کا نشانہ نہیں بنایا جا سکتا۔زمیندار اور کاشتکار قانونی طور پر اور پیداوار کے حصول میں برابر کے شریک ہیں۔قانونی طور پر جاگیر دار اور کاشتکار الہامی قوانین کے پابند ہیں۔اسلامی ریاست کے قاضیوں نے زمیندار اور جاگیرداروں کے مقابلے میں غریبوں اور مزدوروں کے حق میں فیصلے کئے۔حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے بنی امیہ کے امراء اور شاہی خاندان کے افراد سے وہ تمام جاگیریں واپس لے لی تھیں جو انہوں نے غیر مسلموں کی زمینیں آپس میں تقسیم کر لی تھیں۔اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اسلامی حکومت ظلم کی بنیاد پر تقسیم ہونے والی زمین کو واپس لینے کی مجاز ہے۔

1۔ لیکچرر گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج میانوالی

2 Elizabeth A.R.Brown,Feudalism:social system:https://www.britannica.com/topic/feudalismaccessed on dated 15/09/2020at 4:00pm.

3 www.merriam-webster.com/dictionary/feudalism#learn-more accessed on dated 15/09/2020at 7:00pm.

4 www.learnersdictionary.com/definition/feudalism accessed on dated 15/09/2020at 7:00pm.

5 https://www.britannica.com/topic/Middle Agesaccessed on dated 15/09/2020at 5:00pm.

6 S.H.Steinberg & others,A New Dictinory of British History(London,Edward Arnold ,1963)P:130

7 Herbert Heaton,Economic History of Europe(New York:Harper&Brothers,1948)P:83

8 Herbert Heaton,Economic History of Europe(New York:Harper&Brothers,1948)P:95

9 Herbert Heaton,Economic History of Europe(New York:Harper&Brothers,1948)P:95

10 Herbert Heaton,Economic History of Europe(New York:Harper&Brothers,1948)P:95

[11]https://www.merriam-webster.com/dictionary/bordar accessed on dated 18/09/2020 at 11:00 am.

[12]https://www.merriam-webster.com/dictionary/cotters accessed on dated 18/09/2020 at 11:30 am.

[13]https://www.merriam-webster.com/dictionary/villeins accessed on dated 18/09/2020 at 12:04 pm.

[14]Herbert Heaton,Economic History of Europe(New York:Harper&Brothers,1948)P:95

[15]S.H.Steinberg & others,A New Dictinory of British History(London,Edward Arnold ,1963)P:130,131

[16]سید ابوالاعلی مودودی، اسلام اور جدید معاشی نظریات (لاہور: اسلامک پبلیکیشنز، 2001)ص: 9,8

[17]محمد قطب، اسلام اور جدید ذہن کے شبہات (لاہور: البدر پبلیکیشنز، 1993ء)ص: 112,113

[18]مفتی محمد تقی عثمانی، اسلام اور سیاسی نظریات (کراچی، مکتبہ معارف القرآن، 2010)ص: 64,66,67,68

[19]ڈاکٹر علامہ محمد اقبال، بال جبریل (لاہور: الفیصل ناشران، 2000ء)ص: 100

[20]ڈاکٹر علامہ محمد اقبال، بانگ درا (لاہور: الفیصل ناشران، 2000ء)ص: 145

[21]ڈاکٹر علامہ محمد اقبال، ضرب کلیم (لاہور: الفیصل ناشران، 2000ء)ص: 127، 128

[22]ڈاکٹر علامہ محمد اقبال، بال جبریل (لاہور: الفیصل ناشران، 2000ء)ص: 91

[23]سید ابوالاعلی مودودی، اسلام اور جدید معاشی نظریات (لاہور: اسلامک پبلیکیشنز، 2001)ص: 10

[24]ڈاکٹر منور حسین چیمہ، اسلام اور جدید اقتصادی نظریات (گکھڑ، اسلامک اکیڈمی، 2008ء)ص: 125

[25]ڈاکٹر منور حسین چیمہ، اسلام اور جدید اقتصادی نظریات (گکھڑ، اسلامک اکیڈمی، 2008ء)ص: 126,125

[26]ڈاکٹر منور حسین چیمہ، اسلام اور جدید اقتصادی نظریات (گکھڑ، اسلامک اکیڈمی، 2008ء)ص: 126

[27]ڈاکٹر منور حسین چیمہ، اسلام اور جدید اقتصادی نظریات (گکھڑ، اسلامک اکیڈمی، 2008ء)ص: 126

[28]مائیکل ھارٹ، مترجم محمد عاصم بٹ، سو عظیم آدمی (لاہور، تخلیقات، 2006ء)ص: 130,131

[29]سید ابوالاعلی مودودی، اسلام اور جدید معاشی نظریات (لاہور: اسلامک پبلیکیشنز، 2001)ص: 11

[30]ڈاکٹر کیلس انگرام، مترجم مولوی رشید احمد، تاریخ معاشیات (حیدر آباد دکن: جامعہ عثمانیہ، 1932ء)ص: 36

[31]ڈاکٹر کیلس انگرام، مترجم مولوی رشید احمد، تاریخ معاشیات (حیدر آباد دکن: جامعہ عثمانیہ، 1932ء)ص: 43

[32]ڈاکٹر کیلس انگرام، مترجم مولوی رشید احمد، تاریخ معاشیات (حیدر آباد دکن: جامعہ عثمانیہ، 1932ء)ص: 36، 37

[33]سید ابوالاعلی مودودی، اسلام اور جدید معاشی نظریات (لاہور: اسلامک پبلیکیشنز، 2001)ص: ۹

[34]شمس الحق افغانی۔ سرمایہ دارانہ اور اشتراکی نظام کا اسلامی معاشی نظام سے موازنہ (کوہاٹ: ادارۃ البحوث والدعوۃ الاسلامیہ، 1983ء)ص: 38، 39

[35]مولانا گوہر رحمٰن، اسلامی سیاست (لاہور، المنار بک سنٹر، 1995ء)ص: 73

[36]قاضی سید محمد سلیمان سلمان منصور پوری، رحمت للعالمین (لاہور، الفیصل ناشران و تاجران کتب، 1991) ج: 2، ص: 212

[37]التوبۃ 34:9

[38]مولانا گوہر رحمٰن،اسلامی سیاست(لاہور،المنار بک سنٹر،1995ء)ص:74

[39]مفتی محمد تقی عثمانی،اسلام اور سیاسی نظریات(کراچی،مکتبہ معارف القرآن،2010)ص:68

[40]- الزمر 62:39

[41]- الواقعہ63،64:56

[42]مفتی محمد شفیع،اسلام کا نظام اراضی(کراچی:دارالاشاعت،1979ء)ص:19-37

[43]محمد قطب،مترجم محمد سلیم کیانی،اسلام اور جدید ذہن کے شبہات(لاہور:البدر پبلیکیشنز،1993ء)ص:115،116

[44]محمد قطب،مترجم محمد سلیم کیانی،اسلام اور جدید ذہن کے شبہات(لاہور:البدر پبلیکیشنز،1993ء)ص:113،114

[45]ڈاکٹر نور محمد غفاری۔اسلام کا معاشی نظام(لاہور،دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری،1994)ص:109

[46]سليمان بن الاشعث سجستانى،سننأبى داؤد كتاب الخراج ،باب ما جاء فى حكم ارض خيبر(دمشق: دار الرسالة العالمية،2009ء)ج:4،ص:623-627۔رقم:3008-3014

[47]سليمان بن الاشعث سجستانى،سننأبى داؤد كتاب الخراج ،باب ما جاء فى حكم ارض خيبر(دمشق: دار الرسالة العالمية،2009ء)ج:4 ،ص:627۔رقم:3014

[48]سليمان بن الاشعث سجستانى،سننأبى داؤد، كتاب الخراج ،باب فى اقطاع الارضين(دمشق: دار الرسالة العالمية،2009ء)ج:4 ، ص:663،رقم:3058

[49]شبلی نعمانی،الفاروق(لاہور: مکتبہ عالیہ،1972ء)ص:209

[50]محمد بن اسماعيل،صحيح البخارى،كتاب ما جاءفى الحروث والمزارعة ،باب من احيارضا مواتا(القاهرة:دارالتاصيل ،2012ء)ج:3،ص:314،رقم :2346

[51]شبلی نعمانی،الفاروق(لاہور: مکتبہ عالیہ،1972ء)ص:218،217

[52]الدكتور وهبه الزحيلى الفقه الاسلامى وادلته (دمشق:دارالفكر ،1985م)ج:5،ص:575

[53]چودھری غلام رسول،مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ(لاہور:علمی کتب خانہ1976ء)ص:814،815

[54]مفتی محمد شفیع،اسلام کا نظام اراضی(کراچی:دارالاشاعت،1979ء)ص:25-31

[55]محمد قطب،مترجم محمد سلیم کیانی،اسلام اور جدید ذہن کے شبہات(لاہور:البدر پبلیکیشنز،1993ء)ص:116

[56]امام محمد بن ادریس شافعی،کتاب الام(مصر:دارالوفا،2001ء)ج:8،ص:254،253

[57]محمد بن اسماعيل،صحيح البخارى،كتاب ما جاءفى الحروث والمزارعة،باب(القاهرة:دارالتاصيل ،2012ء)ج:3،ص:317 ،رقم :2351

[58]محمد بن اسماعيل،صحيح البخارى،كتاب ما جاءفى الحروث والمزارعة ،باب من احيارضا مواتا(القاهرة:دارالتاصيل ،2012ء)ج:3،ص:316،رقم:2350

[59]مسلم بن الحجاج ،صحيح مسلم ،كتاب البيوع،باب النهى عن المحاقلة والمزابنة وعن المخابرة(القاهرة:دارالتاصيل ،2014ء)ج:4،ص:221،222رقم :3991

[60]امام محمد بن ادریس شافعی،کتاب الام(مصر:دارالوفا،2001ء)ج:8،ص:253

[61]احمد بن اسماعيل،صحيح البخارى،كتاب ما جاءفى الحروث والمزارعة ،باب اذا قال رب الارض(القاهرة:دارالتاصيل ،2012ء)ج:3،ص:315،رقم:2349

[62]سلیمان بن الاشعث سجستانی،سننأبی داؤد کتاب البیوع ،باب فی الخرص(دمشق: دار الرسالة العالمیة،2009ء)ج:4 ،ص:289۔رقم:3414

[63]احمد بن اسماعیل،صحیح البخاری،کتاب ما جاءفی الحروث والمزارعة ،باب ما کان من اصحاب النبی یواسی۔(القاھرة:دارالتاصیل ،2012ء)ج:3،ص:317،رقم:2355

[64]احمد بن اسماعیل،صحیح البخاری،کتاب ما جاءفی الحروث والمزارعة ،باب المزارعة بالشطر ونحوہ(القاھرة:دارالتاصیل ،2012ء)ج:3،ص:307،308،رقم باب :8

[65]احمد بن اسماعیل،صحیح البخاری،کتاب ما جاءفی الحروث والمزارعة ،باب رقم 7(القاھرة:دارالتاصیل ،2012ء)ج:3،ص:307،رقم :2338

[66]احمد بن اسماعیل،صحیح البخاری،کتاب ما جاءفی الحروث والمزارعة ،باب ما کان من اصحاب النبی ۔۔(القاھرة:دارالتاصیل ،2012ء)ج:3،ص:317،رقم :2353

[67]یعقوب بن ابراہیم،ابی یوسف،کتاب الخراج(بیروت۔لبنان:دارالمعرفہ،1979ء)ص:88،89

[68]عبدالرحمان الجزیری،کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ(بیروت،لبنان:دارالکتب العلمیہ،2003ء)ج:3،ص:6

[69]مولانااشرف علی تھانوی،بہشتی زیور(کراچی:تاج کمپنی لمیٹڈ،س ن)گیارہواں حصہ،ص:113

[70]عبدالرحمان الجزیری،کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ(بیروت،لبنان:دارالکتب العلمیہ،2003ء)ج:3،ص:11،10